تشکیل

جماعتِ اسلامی ہند

کیوں اور کیسے

مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی

فہرست

مضمون	صفحہ
باب اوّل	
جماعتِ اسلامی	۷
قیمانِ حلقہ	۱۰
اراکینِ شوریٰ	۱۱
ماسٹر جعفر علی صاحب کی تجویز اور مرکز کا جواب	۱۷
ایک قابلِ ذکر بات	۱۸
باب دوم	
حافظ امام الدین صاحب (رام نگر بنارس اسٹیٹ۔ یوپی) کا مسئلہ	۲۰
مرکز سے خط وکتابت	۲۶
حافظ امام الدین صاحب کا ایک توضیحی خط	۳۰
جواب	۳۳
باب سوم	
حیدرآباد کا نظمِ جماعت	۳۷
باب چہارم	
اجتماع الٰہ آباد	۴۳

مضمون	صفحہ
ضروری اطلاع	۴۴
کارروائی کا آغاز	۴۹
قرارداد	۵۴
انتخابِ امیر	۵۴
مرکز کا انتخاب	۵۵
بیت المال کو ترقی دینے کے سلسلہ میں مشورے	۵۸
جماعت کے آرگن کا مسئلہ	۵۹
۱۷ اپریل، ۳ بجے سہ پہر کے بعد کی کارروائی	۶۰
حیدرآباد کا نظمِ جماعت	۶۳
ہندی شعبہ	۶۳
قیمین اور شرکاء اجتماع کی رپورٹیں	۶۴
مصارفِ اجتماع	۶۴
صدر جلسہ کا خطاب	۶۶
اظہارِ تشکر	۶۷

مضمون	صفحہ
منصبِ امارت کے لئے انتخاب	۷۵
باب پنجم	
ارکانِ شوریٰ کا انتخاب اور قیّم جماعت کا تقرر	۸۲
قیامِ مرکز کے سلسلہ میں پیش رفت	۸۳
حیدرآباد (دکن) کا نظمِ جماعت	۸۵
باب ششم	
مجلسِ شوریٰ منعقدہ اپریل ۵۰ء کے کچھ اہم جماعتی فیصلے	۹۴
باب ہفتم	
کچھ خاص اور اہم جماعتی فیصلے	۱۰۰
(الف) بحیثیت معاون قیّم جماعت جناب افضل حسین صاحب کا تقرر	۱۰۰
(ب) ترمیم دستور	۱۰۴
(ج) مرکز کی منتقلی	۱۰۶
(د) الانصاف - الہ آباد	۱۱۰
شوریٰ منعقدہ ۱۰ر جنوری ۵۱ء لغایۃ ۱۳ر جنوری ۵۱ء	۱۱۰

مضمون	صفحہ
شوریٰ منعقدہ ۲۴ر اپریل ۵۳ء	۱۱۰
شوریٰ منعقدہ ۲۹ر اپریل ۵۳ء	۱۱۱
۳۰ر اپریل ۱۹۵۳ء	۱۱۱
ضروری التماس	۱۱۲
ضمیمہ (۱)	۱۱۵
ضمیمہ (۲) جماعت اسلامی حیدرآباد	۱۲۲
ضمیمہ (۳) ضروری اعلان	۱۳۲
ضمیمہ (۴) قیمینِ حلقہ کی رپورٹیں	۱۳۸
مالابار	۱۳۸
حلقۂ بمبئی ـــــ حلقۂ کلکتہ	۱۴۰
حلقۂ بہار	۱۴۱
علی گڑھ	۱۴۲
حلقۂ کانپور ـــــ شاہجہان پور	۱۴۳
رام پور	۱۴۴
مولوی جلیل احسن صاحب	۱۴۶
حلقۂ اودھ	۱۴۶
حلقۂ ٹونک	۱۴۷
حلقۂ بنارس ـــــ سرائے میر	۱۴۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْکَرِیْمِ مُحَمَّدٍ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ــــــــــــ اَمَّا بَعْدُ!

تقسیم ہند سے پہلے جماعتِ اسلامی کا مرکز ہندوستان پاکستان، دونوں کے لیے ایک ہی تھا اور ان کے امیر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی علیہ الرّحمہ تھے جن کا قیام لاہور میں تھا۔ تقسیم کے نتیجہ میں مرکز پاکستان کے حصّہ میں چلا گیا اور ہندوستان میں رہنے والے ارکانِ جماعت مرکز سے بہت دور، یک گونہ اس سے بے تعلق ہو کر رہ گئے۔

عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ کسی جماعت میں شریک ہونے والے لوگ گو بظاہر اس جماعت کے اصول و مسلک سے اپنے تعلق اور وابستگی کا اظہار کرتے ہوں لیکن درحقیقت ان کا تعلق خاص خاص شخصیّتوں سے ہوتا ہے اور ان شخصیتوں سے ان کی وابستگی ہی فی الواقع ان کی تمام سرگرمیوں کا محور ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ان شخصیتوں کے پیچھے بسا اوقات اپنی اصل راہ کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔

اس تمام انسانی کمزوری کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کوئی تعجّب انگیز بات نہ ہوتی کہ مرکز سے علیحدگی کے بعد ہندوستان کے ارکانِ جماعت ایک عام بددلی اور مایوسی کا شکار ہو جاتے

اور یا تو دل شکستہ ہو کر بیٹھ رہتے، یا جن راہوں کو غلط سمجھ کر چھوڑا تھا، پھر دوبارہ ان ہی کو اختیار کر لیتے۔ اس طرح کی قلابازیوں کا ظہور اُس وقت بہت سی مسلم وغیر مسلم جماعتوں کے ارکان کی طرف سے علانیہ اور بکثرت ہو رہا تھا۔ سچ یہ ہے کہ نئے تغیرات و انقلابات کے غیر معمولی دباؤ کا مقابلہ کرنا ایسے لوگوں کے بس کا کام بھی نہیں تھا جو کسی مسلک کو محض حق ہونے کی بناپر اختیار نہیں کرتے بلکہ وقتی جذبات کے تحت عارضی اغراض کے لئے لوگوں کی بھیڑ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

لیکن خدا کا شکر ہے کہ جماعتِ اسلامی ہند کے ارکان عام طور سے ایسے نازک موقع پر بھی پوری طرح ثابت قدم رہے۔ نہ حالات کے دباؤ کا کچھ اثر قبول کیا اور نہ مرکزی قیادت سے محروم ہو جانے پر مایوس و دل شکستہ ہوئے۔ چنانچہ تقسیم کے کچھ ہی دنوں بعد منتخب ارکانِ جماعت کا ایک اجتماع بنارس میں اور اس کے بعد الٰہ آباد میں منعقد ہوا جس میں تقریباً تمام ارکانِ جماعت نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اب تقسیم کے بعد امیر جماعت مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی سے مشورہ و ہدایت کا تعلّق رکھنے کی نہ حالات ہی اجازت دیتے ہیں اور نہ ایسا کرنا عملاً ممکن ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا نظمِ جماعت پاکستان کے نظمِ جماعت سے ضرور الگ کر لینا چاہیئے۔

لیکن اس کے ساتھ صحیح دینی شعور و احساس اور معقولیت پسندی کے جذبہ کے تحت یہ گوارا نہیں کیا گیا کہ ہم اپنے طور سے اس کا فیصلہ کر ڈالیں جب تک ہم اس کے لئے اپنے امیرِ جماعت سے اجازت نہ حاصل کر لیں، چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے متعلق امیر جماعت سے خط و کتابت کی جائے اور اس کام کے لئے خاکسار کا نام تجویز ہوا۔

اس وقت میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڈھ میں تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دے رہا تھا اور مرکز ہی کی ایک ہدایت مورخہ ۹ / ۱۰ / ۴۶ء کے بموجب مقامی جماعت کی امارت بھی مجھ ہی سے متعلق تھی، چنانچہ مرکز سے میری جو کچھ خط و کتابت ہوئی ہے وہ وہیں سے ہوئی ہے۔

بابِ اوّل

میں نے ضروری سمجھا کہ ہندوستان کے ارکانِ جماعت کے مذکورہ بالا احساسات سے مرکز کو مطلع کر کے ان کے سلسلہ میں اس کا مشورہ اور ہدایت طلب کروں۔اسی ذیل کے میرے ایک خط کے جواب میں میاں طفیل محمد صاحب اس وقت کے قیمّ جماعت نے حسبِ ذیل مکتوب ارسال فرمایا۔

۵ ۔ اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور۔

۲۲ر جنوری ۴۸ء

محترمی و مکرمی ــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا عنایت نامہ ملا، مولانا نے اسے دیکھ لیا ہے، انشاء اللہ ہفتہ عشرہ میں اس بارے میں کوئی فیصلہ کر کے اطلاع دی جائے گی۔ اور اس سلسلہ میں جو عملی قدم اٹھانا ہوگا وہ بھی اٹھایا جائے گا اس سے آپ کو بھی مطلع کر دیا جائے گا۔

ایک اور خط کے ذیل میں جو ہندوستان کے آئندہ نظامِ جماعت ہی کے سلسلہ میں تھا، میاں صاحب نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعتِ اسلامی

اچھرہ، لاہور　　　　حوالہ ۴۹۴/۶۷

مورخہ ۱۹ر فروری ۴۸ء

محترمی و مکرمی ــــــ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ہندوستان کے نظامِ جماعت کے بارے میں آپ اور دوسرے احباب کی طرف سے جو تجاویز آئی تھیں ان کے جواب میں میں نے

آپ کو لکھا تھا کہ اس معاملہ پر غور کرکے امیر جماعت فیصلہ کریں گے اور بعد میں اس کی آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ اس لئے یہ خط آپ کو اسی سلسلہ میں اطلاع کے لئے لکھ رہا ہوں۔

جہاں تک مولانا امین احسن صاحب کو ہندوستان بھیجنے کا تعلق ہے، اس میں حسبِ ذیل رکاوٹیں ہیں۔ اس لئے انھیں نہ تو ہندوستان بھیجا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا بھیجا جانا مفید ہو سکتا ہے۔

۱۔ ان کے گھر میں کچھ غیر معمولی طریق پر علیل ہیں، اور اس حالت میں نہ تو مولانا انھیں ساتھ لے کر آ سکتے ہیں اور نہ یہاں چھوڑ کر روانہ ہو سکتے ہیں۔

۲۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زمانۂ فساد سے وہ ہندوستان کے متعلق سوچ رہے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ وہ جا کر کام کریں۔ لیکن باوجود انتہائی غور و فکر کے اب تک انھیں اس بارے میں شرح صدر نہیں ہوا کہ وہ وہاں جا کر کیا اور کس طرح کام کریں گے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کی سمجھ میں اب تک اس سلسلہ میں کوئی چیز نہیں آئی۔

۳۔ ہندوستان میں جو صورتِ حال اس وقت درپیش ہے، اس میں کسی شخص کا پاکستان سے منتقل ہو کر جانا فی نفسہٖ اسے پاکستان کا جاسوس سمجھے جانے کے لئے کافی ہے، اور پھر اگر وہ کسی ایسی تحریک سے وابستہ بھی ہو جس کا مرکز پاکستان میں ہے اور پھر وہ ہندوستان میں مسلمانوں کو اس تحریک سے وابستہ کرنے اور اس کے پروگرام پر منظم کرنے کی کوشش بھی کرے تو حکومت کسی حال میں بھی یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ ابھی پچھلے دنوں ہمارے رفیق محمد حامد صاحب راولپنڈی

سے کان پور اپنی اہلیہ کو لینے گئے تھے لیکن انھیں پاکستانی جاسوس قرار دے کر گرفتار کر لیا گیا اور اس وقت وہ بے چارے اُناؤ جیل میں پڑے ہیں۔ ان حالات میں ہم اپنے ایک کارآمد آدمی کو بے کار کر کے بٹھا دینا صحیح نہیں سمجھتے بالخصوص جب کہ وہ خود بھی یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ وہاں کوئی کام نہیں کر سکتا اور اس کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہاں جاکر کیا اور کس طرح کام کرے۔

سفر آپ کے یہاں نہیں ہوسکتا۔ جلسے آپ نہیں کر سکتے۔ پاکستان سے آئے ہوئے کسی شخص کے متعلق یہ بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا کہ وہ دوسرے لوگوں کا مرجع بن کر ایک جگہ ہی بیٹھ سکے۔ ان وجوہ کی بنا پر مولانا امین احسن صاحب کو ہندوستان بھیجنا نہ مفید ہے اور نہ مناسب۔

ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھ کر امیر جماعت نے فیصلہ فرمایا ہے کہ:

آپ حضرات ہندوستان میں مقیم ارکانِ شوریٰ، قیّم صاحبانِ حلقہ اور دوسرے صاحبُ الرّائے حضرات کو کسی ایک جگہ (اگر ممکن ہو سکے تو) جمع کر کے ہندوستان کے نظامِ جماعت کو پاکستان کے نظام سے الگ کر لیں اور اگر ممکن ہو سکے تو مرکزی دفترِ اشاعت لٹریچر کے کام اور مرکزی بیت المال کو کسی ایک جگہ مرتکز کر لیں جہاں یہ سارے کام بھی ہو سکیں اور جگہ بھی نسبتاً محفوظ ہو۔ اس وقت حیدرآباد والوں کو ہم نے پورے لٹریچر کی اشاعت کی اجازت دے دی ہے۔ اور ہندوستان کا بیت المال جناب محمد یوسف صاحب ٹونک راج والوں کے پاس قائم کر دیا ہے، آپ حضرات ان امور پر بھی از سرِ نو غور کر سکتے ہیں، اور اگر ساری چیزوں کو سر دست ایک جگہ جمع کرنا ممکن نہ ہو تو ان دونوں

چیزوں (اشاعت لٹریچر اور بیت المال کے انتظام) کو بحال رکھتے ہوئے مرکزی انتظام کی مناسب صورت اختیار کر سکتے ہیں تاکہ کوئی شخص ایسا ہو جس کی طرف لوگ رجوع کر سکیں۔ اگر کوئی دوسری صورت نہ بن سکے تو سردست آپ سرائے میر والے حضرات ہی اس بار کو سنبھالنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔ اور انشاءاللہ راستہ آپکے سامنے کھلے گا۔ بظاہر حالات یہ تو تقریباً طے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہاں سے ہندوستان کے کام کو کنٹرول کرنا یا ہدایات روانہ کرنا ممکن نہیں رہے گا۔ اس لئے ہندوستان کے لئے الگ نظام کا قیام ضروری ہے۔ مرکزی نظام یہاں سے وقتاً فوقتاً ہدایات اور مشورے دے سکتا ہے۔ مجلس شوریٰ اور قیّم صاحبانِ حلقہ کی فہرست اور ان کے پتے اس خط کے ساتھ آپ کو بھیج رہا ہوں۔

(دستخط) طفیل محمدّ

قیّم صاحب کے مذکورہ بالا خط میں جس فہرست اور پتوں کے بھیجنے کا ذکر ہے وہ حسبِ ذیل ہے:—

قیّمانِ حلقہ

۱:— حامد علی صاحب۔ عربک لکچرر، اسلامیہ کالج شاہ جہاں پور۔ یوپی

۲:— چودھری محمدّ شفیع صاحب۔ موضع ٹھلواڑہ، ضلع بارہ بنکی۔ یوپی

۳:— حکیم محمد خالد صاحب۔ ہرواره۔ الٰہ آباد۔ یوپی۔

۴:— ماسٹر جعفر علی صاحب، حلیم مسلم انٹر کالج کانپور۔

۵:— محمد حسین صاحب۔ مکتبۂ جماعتِ اسلامی، لہریا سرائے، دربھنگہ۔

۶:— حافظ عبدالتواب صاحب، آپٹکس مینوفکچرنگ ہاؤس ۳۱۹، بٹو بازار اسٹریٹ، کلکتہ۔

۷:— محمّد یوسف صاحب صدیقی، محلہ قافلہ ٹونک راج، راجپوتانہ۔

۸:— ابو محمد حافظ امامُ الدّین صاحب، رام نگر، بنارس اسٹیٹ، یوپی۔

۹:— مولانا سیّد صبغت اللہ صاحب بختیاری، دارالارشاد رائے چوٹی، کڈپہ، مدراس۔

۱۰:— وی، پی محمد علی صاحب مالاباری، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ایڈیار۔

(EDAYUR S. MALBAR)

۱۱:— عبدالحکیم صاحب ۱۱۶۴، اکبر روڈ، میسور۔

۱۲:— محمد یونس صاحب، ۴۳ ملے پلی جدید، حیدرآباد دکن۔

۱۳:— اسمٰعیل عثمان رضوی صاحب ۱۴۷ کامبیکر اسٹریٹ بمبئی۔

ارا کینِ شوریٰ:

۱:— چودھری محمد شفیع صاحب۔

۲:— جناب محمد یوسف صدیقی صاحب۔

۳:— مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدراسی۔ ولتنا کیم، میل پٹی۔ شمالی آرکاٹ، مدراس۔

۴:— جناب مولوی محمد یونس صاحب۔

قیّم صاحب کے مکتوب ۱۹ر فروری ۱۹۴۸ء کے جواب میں میں نے ۱۵ر ربیع الثانی کو حسبِ ذیل خط ارسال کیا :-

---

مکرمی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا، اس کے ضروری حصّہ کی نقلیں اراکینِ شوریٰ اور قیّمین وغیرہ کو بھیج دی گئی ہیں۔ اور ان سے دریافت کیا گیا ہے کہ اس سلسلہ میں آئندہ کیا کارروائی کی جائے۔ اجتماع کے مسئلہ پر بھی لوگوں کی رائیں طلب کی گئی ہیں۔ قیاس یہی ہے کہ لوگ اجتماع کئے جانے پر زور دیں گے بہرحال، اس کا فیصلہ لوگوں کے جوابات آجانے کے بعد ہی کیا جاسکے گا۔ اور جگہ اور وقت کی تعیین بھی لوگوں کے مشوروں کو سامنے رکھ کر کی جائے گی۔ لیکن قبل اس کے کہ یہ اجتماع ہو ——— ہم چند باتوں کی مزید وضاحت آپ سے کرالینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ اجتماع میں غالباً یہ باتیں ضرور ہی زیر بحث آئیں گی۔ اور انھیں باتوں پر فیصلوں کا دارومدار ہوگا۔

۱:- مرکز الگ کئے جانے کا مطلب کیا ہے؟ اگر یہاں الگ سے کوئی مرکز قائم کیا جائے تو آیا وہ جملہ امور میں خود مختار و آزاد ہوگا یا بہرحال اسکی حیثیت ماتحت مرکز کی ہوگی؟

۲:- اور اس ماتحت مرکز کے قائم ہونے کے بعد اس سے ہمارے تعلق کی نوعیت وہی ہوگی جو اب تک اصل مرکز سے رہی ہے، یعنی جماعت کے اراکین کا عہدِ اطاعت کس کے لئے ہوگا؟ اور جو نئے اراکین جماعت میں داخل ہوں گے انکو کس کی اطاعت کا عہد کرنا ہوگا۔

اور اس مرکز کے لئے جو امیر ہوگا اس کو اراکین خود مقرر کر سکتے ہیں یا بہر حال اس کے انتخاب کی منظوری امیرِ جماعت سے حاصل کرنی ہوگی؟

۳:- آپ نے اپنے خط میں جو تحریر فرمایا ہے کہ یہاں نہ سفر ہو سکتا ہے اور نہ کسی طرح کا اجتماع منعقد ہو سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ تو آپ کے اس اندازے کی بنیاد کیا ہے ؟ مستقبل کے بارے میں بہر حال کوئی قطعی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی، اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس وقت حالات کچھ زیادہ خوش آئند اور قابلِ اطمینان بھی نہیں ہیں۔ لیکن بظاہر حالات سفر وغیرہ کی سہولتیں اس وقت کچھ زیادہ ہی ہو گئی ہیں۔ اور اجتماعات وغیرہ منعقد کئے جانے میں بھی کسی رکاوٹ کا کوئی قطعی اندیشہ معلوم نہیں ہوتا۔ بہر حال بہت سے لوگ ایسا سمجھتے ہیں اور غالباً اجتماع میں بھی کچھ لوگ اس خیال کا اظہار کریں گے۔ اندریں حالات کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ چندے اور انتظار کر لیا جائے۔ ممکن ہے اس وقت تک مولانا امین احسن صاحب کے ذاتی موانع بھی رفع ہو جائیں اور یہاں ان کے آنے اور کام کرنے کی راہیں بھی کھل جائیں یا اگر خدانخواستہ حالات ایسے ہی رہے یا اس سے زیادہ ناخوش گوار ہو گئے تو پھر اس وقت ان مسائل پر غور کر کے کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

میرے اس خط کے جواب میں میاں صاحب نے تحریر فرمایا:

۵۔ اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

۳ / مارچ ۱۹۴۸ء

محترمی و مکرمی ــــــــــ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۵/ ربیع الاوّل ملا[ہ]، اور آپ حضرات

ہ میرے پچھلے خط کی صحیح تاریخ ۱۵/ ربیع الثانی ہے۔

کی خیریت اور ہندوستان کی موجودہ صورتِ حال کی اطلاع پاکر اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ حالات کو اور بہتر بنا دے تاکہ بندگانِ خدا امن وامان سے زندگی بسر کرسکیں۔

آپ نے جو امور دریافت کئے ہیں، ان کے جوابات نمبروار درج کرتا ہوں۔ امیرِ جماعت سے مشورہ لے لیا گیا ہے، اسی مشورہ کی روشنی میں جواب لکھ رہا ہوں۔

۱:۔ پاکستان اور ہندوستان میں آئندہ جو جماعت ہائے اسلامی کام کریں گی وہ مقاصد اور طریقِ کار کی حد تک تو ایک ہی ہوں گی اور جس حد تک امکان ہوگا آپس میں تعاون بھی کریں گی لیکن دونوں ممالک کے ایک دوسرے سے الگ ہو جانے کی وجہ سے اس کے سوا چارہ نہیں کہ نظامِ جماعت ایک دوسرے سے بالکل الگ اور اپنی جگہ مستقل ہوں۔ اس وقت پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں کو ایک دوسرے کے خلاف جو شکایات اور آپس میں بدگمانیاں ہیں ان کی وجہ سے وہ یہ گوارہ نہیں کرسکتی ہیں کہ کسی ایک میں بسنے والے لوگ کسی ایسی تحریک سے وابستہ ہوں جس کا مرکز دوسری مملکت میں ہو۔ دوسرے، آمدورفت اور دوسری قسم کی رکاوٹیں جو روزافزوں ترقی پر ہیں، ان کی وجہ سے یہ آسان نہیں کہ یہاں بیٹھ کر ہندوستان میں کام کو کماحقہ چلایا جاسکے یا اطمینان بخش طریق پر اس کی نگرانی ہی کی جاسکے ـــــ رہا اطاعت کا معاملہ، تو اطاعت تو دراصل اللہ اور رسول ہی کی کرنی ہے اور پھر ان کے تحت اُولی الامر کی، جن کو آپ حضرات اب منتخب کریں۔ ہاں اُس انتخاب کی منظوری آپ یہاں امیرِ جماعت سے لے لیں۔ اس کے بعد ہندوستان میں جو بیعت ہوگی وہ وہاں کے

امیر سے ہی ہوگی لٹریچر آپ سارا یہاں کا شائع کیجئے اور دوسری جو امداد ہمارے بس میں ہوگی ہم کریں گے، اور اسی طرح ہر وہ امداد جو یہاں کے کاموں میں آپ حضرات سے ممکن ہو سکے گی، ہم لیں گے۔

۲:- ہندوستان کی صورتِ حال اور وہاں آمدورفت اور اجتماع کی جن مشکلات کا میں نے اپنے گذشتہ خط میں ذکر کیا تھا، ان کی بنا ان معلومات پر تھی جو ہندوستان کے مختلف حصّوں سے وقتاً فوقتاً آتی رہی ہیں اور فروری کے مہینہ میں بھی آئی ہیں۔ آپ کا علاقہ چونکہ مسلم اکثریت کا علاقہ ہے۔ اس لئے شاید آپ کو حالات کی خطرناکی کا پورا اندازہ نہیں ہو سکا ورنہ ہندوستان کا کوئی حصّہ ایسا نہیں جہاں سے کافی تشویشناک صورتِ حال کی اطلاعیں نہ آتی رہی ہوں۔

۳:- ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ ایک دو ماہ اور موجودہ نظام کو قائم رہنے دیا جائے اور اس دوران میں جو تغیّرات ہوں ان کی روشنی میں پھر کوئی قدم اٹھایا جائے۔ لیکن بہرحال، دونوں ملکوں میں ایک ہی نظام کے تحت کام کرنے کا موقع تو پیدا نہیں ہو سکے گا۔ ہر ضروری مسئلہ میں یہاں سے مشورہ لیا جا سکتا ہے لیکن نظام تو اب الگ کرنا ہی پڑے گا۔

میں نے ۶/صفر کو بھی میاں طفیل محمد صاحب کو ایک خط لکھا تھا جس کے جواب میں ان کا حسب ذیل مکتوب مورخہ ۳/جنوری ۴۸ء مجھ کو موصول ہوا۔ میرے خط کا مضمون جوابِ خط سے بخوبی واضح ہے۔

۵۔ اے۔ ذیل دار پارک ۶۷ / ۲۵۱

اچھرہ ——— لاہور ۳۔ ۱۔ ۱۹۴۸ء

محترمی و مکرمی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۶ر صفر آج ۲ر جنوری کو ملا اور آپ کے ہاں کے حالات معلوم ہوئے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ سب حضرات خیریت سے ہیں۔

آپ نے میرے خطوط کے بارے میں جو اندازہ لگایا ہے وہ صحیح ہے یہاں سے کسی رُکن یا دکسی) جماعت کو یہ نہیں لکھا گیا کہ وہاں کے لئے الگ نظامِ جماعت بنا لیا جائے یا علیٰحدہ امیر جماعت کا انتخاب کر لیا جائے۔ جب بعض لوگوں نے بہت زیادہ تشویش کا اظہار کیا اور یہ زور دیا کہ ہندوستان میں مقیم ارکان اور جماعتوں کے لئے کوئی پروگرام تجویز کیا جائے بلکہ اس غرض کے لئے لکھنؤ اور الٰہ آباد میں اجتماعات کے انعقاد کی اطلاعات بھی ملیں تو یہاں سے لکھ دیا گیا کہ۔

یہاں سے اس درجہ تغیّر پذیر حالات کے لئے کوئی مستقل ہدایات دینا ممکن نہیں۔ آپ لوگ جو جمع ہو رہے ہیں، سارے حالات پر غور کر کے مناسب راہِ عمل تجویز کر لیجئے۔ مرکز سے کوئی ہدایات اسی وقت دی جا سکیں گی کہ حالات کچھ حد تک ہی سہی، معمول پر آجائیں اور کوئی مستقل صورت اختیار کر لیں۔ یہ بھی یہاں سے لکھا گیا ہے کہ موجودہ حالات میں یہاں مرکز سے کوئی ہدایات بھیجنا آپ ہی حضرات کی مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لئے بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے وقت کو کسی طرح ٹلنے دیجیے۔ اگر اس کے خلاف

کوئی شخص کچھ کہہ رہا ہو تو اس سے میرا خط یا اس کی نقل منگوا کر بھیج دیجیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کس بات سے لوگوں کو غلط فہمی لگی۔

ہندوستان میں کام کے بارے میں جو ہدایات مدراس کے اجتماع میں دی گئی تھیں، سر دست ان ہی کو سامنے رکھ کر جو اور جتنا کچھ کام ہو سکے، کیے جائیے اور جہاں کسی خاص مسئلہ پر ہدایت یا مشورہ کی ضرورت پیش آجائے وہ یہاں لکھ دیا جائے۔ باہم مشورہ کر کے آپ حضرات خود لکھیے کہ اب ہندوستان میں کیا اور کیسے قدم اٹھایا جائے۔ مولانا اور دوسرے سب رفقاء آپ سب حضرات کو بہت بہت سلام کہتے ہیں۔ اپنے اور مدرسہ کے حالات اور اس کے باقی رہنے کے امکانات سے بالتفصیل مطلع فرمائیں۔

ماسٹر جعفر علی صاحب کی تجویز اور مرکز کا جواب

میں نے قیّمِ جماعت کے نام اپنے ایک خط مورخہ ۲۸ جمادی الاولیٰ میں ــــ منجملہ دیگر باتوں کے ماسٹر جعفر علی صاحب، حلیم مسلم انٹر کالج کانپور، جو ایک حلقہ کے قیّم بھی تھے، کی ایک تجویز درج کر کے یہ عرض کیا تھا کہ براہِ عنایت اس کے بارے میں مولانا محترم کے جواب سے جلد مطلع فرمائیں۔ ماسٹر صاحب کی تجویز انہی کے لفظوں میں درج ذیل ہے:۔

"ہم لوگ تمام ارکان ان کی علمیت اور دیگر صلاحیتوں سے واقف نہیں ہیں۔ امارت اہم ترین فریضہ ہے۔ اس کے لئے اگر مولانا کی طرف سے نام زدگیاں ہوں تو کام آسان ہو جائے گا، امیر، قیّم وغیرہ کے انتخاب، کام کی تنظیم وغیرہ۔ ہمیں اپنی رائے اور فکری

قوت پر اعتماد بھی ہے لیکن ایک دوسرے سے پوری واقفیت نہ رکھنا ایک بڑی کمی ہے۔"

میرے اس استفسار کے جواب میں میاں صاحب نے اپنے مکتوب مورخہ ۱۶ر مارچ ۱۹۴۸ء میں تحریر فرمایا:۔

"ماسٹر جعفر علی صاحب کی تجویز کے بارے میں عرض ہے کہ ہندوستان کے نظام کو چونکہ اب الگ قائم ہونا ہے، اور وہاں کا امیر مستقل ہوگا نہ کہ یہاں کے امیر کا نائب، اس لئے مناسب یہی ہے کہ ہندوستان کے ارکان بالکل آزادانہ انتخاب کریں۔ اگر کوئی ایک صاحب نظر میں ایسے نہ ہوں تو دو چار آدمی تجویز کر لیے جائیں اور پھر امیرِ جماعت ان میں سے کسی ایک کے بارے میں مشورہ دے سکتے ہیں۔ لیکن تجویز آپ حضرات ہی کی طرف سے آنی چاہیئے۔"

ایک قابلِ ذکر بات

یہاں مجھے اپنے مذکورہ بالا خط کی ایک اور بات بھی قابلِ ذکر معلوم ہو رہی ہے کیوں کہ اس سے اس وقت کے حالات اور ہندوستان پاکستان کے باہمی تعلقات کی نوعیت وغیرہ کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

میں نے لکھا تھا ـــــ "اور حالات بدستور ہیں، کوئی خاص بات سوا اس کے قابلِ ذکر نہیں کہ گذشتہ ہفتہ میں ایک سی، آئی، ڈی نے آکر آپ کے خط کے بعض فقروں کی توضیح چاہی تھی جو کر دی گئی، وہ بظاہر اس پر مطمئن بھی ہو گیا۔ والعلم عند اللہ۔

باتیں صاف صاف لکھی جائیں تو زیادہ احتمالات پیدا نہیں ہونگے

ورنہ غلط فہمیوں میں پڑجانے کا اندیشہ ہے ۔"

میرے اس خط میں میاں صاحب کے جن فقروں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ان کے خط مؤرخہ ۲۲ ؍جنوری ۱۹۴۸ء (جو پہلے نقل ہوچکا ہے) کے حسب ذیل فقرے ہیں :۔

"آپ کا عنایت نامہ ملا، مولانا نے اسے دیکھ لیا ہے۔ انشاءاللہ
ہفتہ عشرہ میں اس بارے میں کوئی فیصلہ کرکے اطلاع دی جائیگی
اور اس سلسلہ میں جو عملی قدم اٹھایا جائے گا۔ اس سے آپ کو
بھی مطلع کردیا جائے گا۔"

میں نے سی۔ آئی۔ ڈی صاحب پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ میاں طفیل محمد کے خط میں "عملی قدم" اٹھانے کا جو تذکرہ ہے وہ کوئی خطرناک بات نہیں ہے اس سے مقصود آئندہ نظمِ جماعت کے بارے میں کچھ ہدایات دینا ہے اور اسکے ثبوت کے طور پر میں نے میاں صاحب کا بعد کا ایک خط پیش کردیا جس میں انھوں نے واقعی نظمِ جماعت ہی کے سلسلہ میں اپنے اسی خط کے حوالہ سے کچھ ہدایات دی تھیں۔
میرے اس تفصیلی جواب کے بعد بظاہر تو وہ صاحب مطمئن ہوکر لوٹے لیکن اللہ بہتر جانتا ہے کہ انھوں نے اپنی تحقیق کے بارے میں اپنے محکمہ کو رپورٹ کیا پیش کی۔

یہاں بر سبیلِ تذکرہ ایک لطیفہ کی بات بھی درج کرنے کو جی چاہتا ہے۔
اس وقت کی عام ملکی فضا اور ایک دینی مدرسہ کے خود اپنے ایک مخصوص پرسکون ماحول میں اس کے اندر محکمۂ تفتیش کے کسی فرد کا یوں بے شان و گمان دراندازہوکر پوچھ گچھ شروع کردینا مدرسہ میں عام طور سے ایک غیر معمولی بات سمجھی گئی اور اس پر خاصا اضطراب محسوس کیا گیا، حتیٰ کہ ہمارے ایک رقیق القلب رفیق جو اتفاق سے اس گفتگو کے وقت موقع پر موجود تھے گھبراکر باہر چلے گئے اور دیر تک خاصے پریشان رہے۔

بابِ دوم

حافظ امام الدین صاحب (رام نگر، بنارس اسٹیٹ۔یوپی) کا مسئلہ

حافظ صاحب مرحوم، جماعتِ اسلامی بنارس کے امیر اور ایک حلقہ کے قیّم تھے اور سرائے میر وغیرہ کا علاقہ بھی انھیں کے حلقہ میں شامل تھا۔

بنارس کے کچھ رفقاء (ضمیر عالم اور مولوی مختار علی اور رضوان اللہ صاحبان) وقتاً فوقتاً مدرسۃ الاصلاح پر آتے رہتے تھے۔ انھوں نے اپنی آمد کے ایک موقع پر یہ بتایا کہ حافظ صاحب نے بنارس میں ہفتہ وار اجتماع تک کو بھی روک دیا ہے اور عجیب عجیب باتیں کہتے سنتے رہتے ہیں۔

یہ معلوم ہونے پر مجھ سمیت مدرسہ کے تمام رفقاء اور مولانا اختر احسن صاحب، مولانا صدرالدین صاحب وغیرہ کو تعجب بھی ہوا اور سخت افسوس بھی، اور ضرورت محسوس کی گئی کہ خود حافظ صاحب سے براہِ راست ضروری معلومات حاصل کی جائیں۔ خاص طور سے اس بنا پر بھی کہ وہ ہمارے حلقہ کے قیّم بھی تھے۔

اس سلسلہ کے کچھ خطوط درج ذیل ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۴؍مارچ ۱۹۴۸ء

رام نگر۔ بنارس اسٹیٹ

مولانائے محترم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ضمیر عالم نے آپ کا خط دیا۔ پڑھ کر بہت تعجب ہوا۔ میں نے جو خط لکھا تھا، اس کی نقل تو نہیں ہے لیکن اتنا یاد ہے کہ میں نے لکھا تھا کہ میں جو

کچھ لکھ رہا ہوں، مرکز کی دی ہوئی گنجائش کے مطابق اسی کی پیروی میں لکھ رہا ہوں۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ آپ مرکز کا جواب بھیج دیجئے۔ ضرورت ہوئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا یا آپ کو تکلیف دوں گا۔ کیا استعفیٰ کا خط اسی مضمون کا ہوتا ہے ؟

بہر حال مستفسرہ خطار کن اور قیّم ہی کی حیثیت سے لکھا گیا ہے۔ ان شاء اللہ میں جو راہ اختیار کروں گا ایمان و آخرت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہی کروں گا۔ آپ حضرات بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر زندہ رکھے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھائے۔

والسّلام[۱]

امام الدّین

میرے کچھ مزید وضاحت طلب کرنے پر انھوں نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۰ر مارچ ۴۸ء

مکرمی و معظمی ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں نے آپ کے خط کا جواب ضمیر عالم کو دے دیا تھا۔ انھوں نے آپ کے پاس بھیج دیا ہوگا۔

یہ خط میں نے ۷ر مارچ کو تیار کیا تھا جو روانہ نہ ہو سکا تھا۔ آج اس میں قدرے ترمیم کر رہا ہوں۔ اس تاخیر کے لئے افسوس ہے۔ اگرچہ اس تاخیر میں مسائل کی اہمیت اور غور و فکر کو بھی دخل ہے۔ روشنی طبع بلائے رمن ثابت ہو رہی ہے۔ وہ کتنے اچھے ہیں جو غور و فکر سے فارغ ہیں۔ گذشتہ جمعہ کو میں بنارس پہنچا تو اجتماع کی کارروائی ختم ہو چکی تھی۔

---

[۱] حاشیہ میں: دوسرے خط کا جواب بعد میں حاضر کیا جائے گا۔ اجتماع کیجئے اور سرائے میر ہی میں کیجئے۔

لوگ موجود تھے۔ اجتماع کے متعلق لوگوں نے طے کیا تھا کہ اپریل کے ابتدائی ایّام میں سرائے میر میں ہو، حلقۂ ہٰذا کا پورا اجتماع ہو یعنی اراکین اور ہمدرد سب کو مدعو کیا جائے اور دوسرے تمام خطّوں کے قیّم، امرا اور ارکان بھی بلائے جائیں۔ ہمدردوں کو نہ بلایا جائے۔

یہ رائے بھی اچھی ہے۔ لیکن میرے نزدیک مرکز کے خط میں جو مشورہ دیا گیا ہے وہی اَنسَب ہے۔ ارکانِ شوریٰ، قیّمین، امرا اور ایسے لوگ یعنی اہل الرائے ہمدردوں میں ہوں تو ان کو بھی مدعو کر لیا جائے اور یہ امرا و قیمین پر چھوڑ دی جائے کہ وہ ارکان ہمدردوں میں سے جن کو بھی اہل الرّائے سمجھیں، ان کو مدعو کریں۔

موجودہ حالات کے اعتبار سے نہ یہ مناسب ہے کہ دور و نزدیک کے تمام ارکان پر شرکت لازمی کر کے ان کو زحمتوں میں ڈالا جائے نہ یہ مصلحت ہے کہ اجتماع کو بے ضرورت نمایاں کیا جائے۔ اصحابِ رائے کی ضرورت ہے اور ارکانِ شوریٰ، قیمین و امرا کے بعد اصحابِ رائے کی توسیع ضرورت کے لئے ہر طرح کافی ہے۔ بنارس کے تمام لوگ شریک ہونا چاہتے ہیں تو ان کو ہمدردوں سمیت مدعو کر دیا جائے اور یہ زیادہ مناسب ہے۔

مسائل پر پہلے سے غور کر لینا چاہیئے۔ اور اگر زمین بھی ہموار کر لی جا سکے تو اور بہتر ہے۔ اور یہ کام خط و کتابت سے، اور جن کو موقع ہو، قبل گفتگو کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

میرے نزدیک موجودہ مرحلہ پر یہ سمجھنا چاہیے کہ بدلے ہوئے حالات میں از سرِ نو جماعت کی تشکیل ہو رہی ہے۔ اس لئے

ہر معاملہ پر جدید حالات کے مطابق غور کرنا اور جدید ماحول کے مطابق طے کرنا چاہیئے۔ اگر اس بنیاد پر معاملات نہ طے کیے گئے تو معاملات اور حالات میں مطابقت نہ ہوگی، پھر کام کا جاری رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ کسی معاملہ کے طے کرنے میں یہی دیکھنا کافی نہیں ہے کہ وہ حق کے مطابق ہے۔ یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ حق کے مطابق ہونے کے ساتھ وہ ماحول اور وقت کے بھی مطابق ہے۔ حکمت و دانش اور علم و تدبّر کی آزمائش اسی بات میں ہے۔ کسی بات کے طے کرنے میں یہ امر مانع نہیں ہونا چاہیے کہ ہمیں اس کا حق نہیں ہے۔ اوّل تو ہمیں حق مل گیا ہے۔ ہم بہت سے بہتر راہ طے کر سکتے ہیں اور اگر کسی مرحلہ پر مجبوری بھی ہو تو اس کیلئے اختیار حاصل کرنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ جو صحیح بات بھی طے کی جائے گی وہ اس لئے ناکام یاب نہیں ہو سکتی کہ ہمیں اختیار نہیں ہے۔ طے کرنا چاہیے، اختیار مل جائے گا۔

فی الحال قابلِ غور مسائل یہ ہیں:۔

۱:۔ زیادہ اچھا یہ ہے کہ جماعت کا نام بھی بدل دیا جائے۔ اور یہ نام "جمعیۃ اسلامیہ" ہو۔

۲:۔ دستورِ جماعت لازماً بدل دیا جائے۔ جماعت کا نصب العین کلمۂ طیبہ، پروگرام: کتاب و سُنّت۔

۳:۔ دائرۂ عمل: توحید و رسالت اور معاد کے عقائد کی صحت و زندگی اور اعمال و اخلاق کی اصلاح، قرآنی اور نبوی اوامر و نواہی کے مطابق۔

۴:۔ شرطِ رکنیت: بحالتِ موجودہ نرم رکھی جائے۔ ملازمین وغیرہ

کے لئے جو ممانعتیں ہیں وہ نہ ہوں۔

۵:۔۔ لٹریچر میں سے کتابوں کا انتخاب کر لیا جائے اور انہیں کا استعمال کیا جائے۔ پہلی روداد بھی اور تقریر ۔یں علیحدہ کر دی جائیں۔ یعنی لٹریچر میں سے بھی وہی چیزیں استعمال کی جائیں جو موجودہ حالات کے مطابق ہوں۔

۶:۔۔ جماعت کا معیار ایسا ہو جس سے دیانت وصوابدید کے مطابق علیٰحدگی گناہ نہ ہو۔ یہ اشارات ہیں، میں انشاء اللہ قدرے تفصیل کے ساتھ لکھنے کی کوشش کروں گا۔

والسّلام

امامُ الدّین

اپنے ایک خط میں اُنھوں نے مولانا صدرُالدّین صاحب کو تحریر فرمایا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۶ فروری ۴۸ء

آپ کی اور مولانا ابواللیث صاحب کی تحریریں ملیں، میرے خیالات آپ کو معلوم ہو چکے ہیں۔ میرے خیالات کی بنیاد مرکز تک کے خیالات میں موجود ہے، اس کے بعد عملی صورت باقی رہتی ہے۔ اس میں درجوں کا اختلاف ہے۔

لہ اگر ممکن ہو تو میں نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان کے متعلق اپنی رائے سے مطّلع فرمائیے تاکہ میں آپ کی رائے کی روشنی میں مزید غور و فکر کر سکوں، تمام حضرات کو سلام پہنچا دیجیے۔

میں نے جو کچھ لکھا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ جن حالات کو ملحوظ رکھ کر میں نے رائے قائم کی تھی وہ جا بجا ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں اور میری تحریر کا مطلب یہ ہے کہ مرکز نے کچھ طریقے بتا کر بالآخر عمل کو میری صوابدید پر چھوڑ دیا ہے، اور یہاں تک اختیار دے دیا ہے کہ کچھ کرنے کا موقعہ نہ ہو تو کام بند کر دیا جائے۔

اس اختیار اور ذمہ داری کی بنا پر حالات کو دیکھتے ہوئے میں نے بھی مرکز کی پیروی کی ہے۔ غیر معین وقت تک مسلمانوں کے اخلاق و اعمال کی اصلاح کا کام کیا جائے، غیر مسلموں میں اسلام کے خلاف جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے اسے دور کیا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ اسلام کس طرح امن و اتحاد، عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کی تعلیم دیتا ہے، اور ممکن ہو تو اسلام کے اعلیٰ، عالم گیر اصول و تعلیمات پر علمی مقالات اور کتابیں شائع کی جائیں۔

ان کاموں کو آپ حضرات حالات کو ملحوظ رکھ کر اپنی صوابدید کے مطابق جس قدر ممکن ہو کریں اور ان حدود میں قدم رکھنے سے بچیں جو ہوتے ہوئے کام کو بھی روکنے والے ہوں۔

مرکز کا جواب ذیل کے پتہ سے رجسٹری کرا کے بھیج دیں۔ اس کے دیکھنے کے بعد ضرورت ہوئی تو میں آپ حضرات سے ملوں گا یا آپ میں سے کسی کو تکلیف دوں گا۔

جواب کا پتہ :-

مینجر ساہتیہ سدن
رام نگر۔ بنارس اسٹیٹ

جواب رجسٹری ہو

اوران کا حسب ذیل ایک اور خط جس پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے، لیکن اندازاً فروری ۱۹۴۸ء کی کسی تاریخ کا لکھا ہوا ہے، میرے نام موصول ہوا۔

مولانائے محترم ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جو تعلق ہم میں قائم تھا، اس کا بحالتِ موجودہ قائم رہنا طرفین کے لئے مضر ہے، لہٰذا اب آپ اپنے معاملات میں بالکل آزاد ہیں، اپنی صوابدید پر عمل کیجئے، تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ متوقع جواب آگیا ہو تو اسے اپنے اپنے پاس رکھیئے، اس کے متعلق کوئی کارروائی مناسب نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حفظ وامان میں رکھے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

والسّلام

امامُ الدّین

مرکز سے خط وکتابت

حافظ صاحب کے جذبات وخیالات اور اقدامات سے مرکز کو مطلع کرنا مجھے ضروری معلوم ہوا۔ میں نے ابتداءً کوئی خط لکھا ہو گا جس کے جواب میں میاں طفیل محمد صاحب نے مجھے تحریر فرمایا:۔

۲۴ر فروری ۱۹۴۸ء

محترمی ومکرمی ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ ملا، اس سے یہ ٹھیک طور پر سمجھ میں نہیں آیا کہ

امام الدین صاحب کیا کہتے ہیں اور کیا صورت اختیار کرنا چاہتے ہیں، اس کی صراحت فرما دیں تو اس بارے میں کوئی مشورہ دیا جا سکتا ہے۔

امیرِ جماعت نے بھی آپ کا خط دیکھا، ان کا بھی یہی ارشاد ہے کہ صراحت کرالی جائے۔...... ہندوستانی علاقوں کے نظام کو سنبھالنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو سکے، جلدہی کوئی انتظام سوچنا اور کرنا چاہیے۔

اس خط کے جواب میں میں نے قیّم صاحب کو تفصیل سے لکھا کہ حافظ امام الدین صاحب کیا کہتے اور کیا صورت اختیار کرنا چاہتے ہیں، اور یہ بھی دریافت کیا کہ قیّمین کو جو ہدایات آپ نے دی ہیں ان کی رُو سے کیا انھیں یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق جماعتوں کو توڑ دیں، انھیں اپنے معاملات میں بالکل آزاد کر دیں، یا اپنی ماتحت جماعتوں کو اپنے طور سے ہدایت دے دیں کہ جماعتی کاموں میں سے فلاں فلاں کام کیے جائیں اور فلاں فلاں کام نہ کیے جائیں۔ اور تمام ارکان اور جماعتوں کو ان ہدایات کا ضروری طور سے پابند ہونا چاہیے خواہ وہ ان کو صحیح سمجھتے ہوں یا غلط۔

میں نے اپنے خط میں یہ اندیشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ آئندہ اجتماع کے سلسلہ میں جو کارروائی کر رہا ہوں، حافظ صاحب اسے اپنی ہدایات کی خلاف ورزی پر محمول کر سکتے ہیں اور اس اندیشہ کے پیشِ نظر میں نے دریافت کیا تھا کہ کیا فی الواقع اس میں وہ حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ ——— اس خط کے جواب میں میاں طفیل صاحب نے حسبِ ذیل مکتوب ارسال فرمایا:۔

۵۔ اے۔ ذیلدار پارک
اِچھرہ - لاہور ۱۶ر مارچ ۱۹۴۸ء

محترمی و مکرمی ـــــ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۰ر مارچ ملا ۔ حافظ امام الدین صاحب کو جو کچھ یہاں سے لکھا گیا اس کی کوئی نقل یہاں دفتر میں موجود نہیں، لیکن بہرحال کوئی ایسی بات تو نہیں لکھی گئی ہوگی جو جماعت کے مسلک کے خلاف یا اس کے نظم کو درہم برہم کر دینے والی ہو اور اگر ایسی کوئی بات لکھی گئی تو وہ واجب التعمیل نہیں ہے۔ اسے منسوخ تصوّر کریں۔ آپ ان کو لکھ دیں کہ اجتماع میں آتے وقت وہ مراسلت ساتھ لے آئیں اور پھر آپ سب اس کے بارے میں رائے قائم کرلیں۔

آپ حضرات جو اجتماع اور کارروائی کر رہے ہیں، ایک طرف الٰہ آباد کے اجتماع میں سب کے طے شدہ فیصلہ کے مطابق کر رہے ہیں اور دوسری طرف امیرِ جماعت کی ہدایت کے مطابق۔ اس میں آخر اعتراض کی کیا شکل ممکن ہے؟

میرے ایک اور خط مورخہ ۲ر جمادی الاولیٰ کے جواب میں قیّم صاحب نے تحریر فرمایا:۔

۵۔ اے۔ ذیلدار پارک۔ اِچھرہ - لاہور۔ ۳۰ر مارچ ۱۹۴۸ء

محترمی و مکرمی ـــــ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا عنایت نامہ مؤرخہ ۲ر جمادی الاولیٰ ملا۔ لیکن اجتماعات کی

مصروفیت کی وجہ سے اس سے پہلے جواب نہ لکھا جا سکا۔ اب یہ جواب مولانا کے اپنے الفاظ میں ارسال کر رہا ہوں :۔

"تقسیم ملک کے بعد جو صورتِ حال پیدا ہوئی ہے۔ اس میں یہ تو بالکل ناگزیر نظر آتا ہے کہ انڈین یونین کا نظام جماعت پاکستان کے نظامِ جماعت سے الگ ہو جائے لیکن اصول اور مسلک میں کسی تغیّر کی ضرورت نہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ حضرات یہ کر سکتے ہیں کہ نام بدل لیں تاکہ پاکستان کی جماعتِ اسلامی اور ہندوستان کی جماعتِ اسلامی کو ایک چیز نہ سمجھ لیا جائے اور ہماری یہاں کی پالیسی کا کسی وقت آپ کے اوپر بُرا اثر نہ پڑنے پائے۔ حافظ امام الدین صاحب جو تغیّرات تجویز کر رہے ہیں، ان سے تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ جماعت کے نصب العین اور پروگرام اور دائرۂ عمل کو ان حدود کے اندر سمیٹ دینا چاہتے ہیں جو مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھنؤ میں تجویز کیے ہیں، اور جن میں اب جمعیۃ العلماء سُکڑ کر آرہی ہے، اگر یہی کچھ کرنا ہے تو پھر جماعتِ اسلامی کی کیا ضرورت ہے۔ جمعیۃ العلماء میں جا شامل ہوں۔ ہندوستان میں اب اسلامی تحریک کو چلانے کا جو طریقہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اسے میں مدراس والی تقریر میں بیان کر چکا ہوں۔ اسی کو پیشِ نظر رکھ کر ہمارے رفقاءِ جماعت کو ہندوستان میں کام کرنا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ "الانصاف" میں اس وقت اس پالیسی کی بہت صحیح ترجمانی ہو رہی ہے۔ جیسا کہ میں نے اس سے پہلے بھی لکھا تھا کہ ہندوستان میں کسی موزوں مقام پر جماعت

کے اہل الرّائے اصحاب کو جمع ہونا چاہیے اور تمام پہلوؤں پر غور کر کے اپنا نظام مرتب کر لینا چاہیے۔ حافظ امام الدّین صاحب بھی مشورہ میں شریک ہو جائیں۔ اگر وہ سب رفقاء کے ساتھ مل سکتے ہوں تو اچھا ہے ورنہ انھیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی رائے پر عمل کریں۔

اس بارے میں میں خود پریشان ہوں کہ مرکز کس جگہ بنایا جائے اور جماعت میں موزوں کون شخص ہے جو وہاں رہنمائی کر سکے۔ یہ بات کچھ موزوں بھی معلوم نہیں ہوتی کہ مرکز کہیں ہے، دارالاشاعت کہیں ہے اور بیت المال کہیں، مرکزیت قائم ہونے کے لئے ان ساری چیزوں کا ایک جگہ ہونا ضروری ہے۔ بہر حال، ان امور پر، آپ حضرات باہم مل کر غور کریں اور کوئی حل سوچیں۔ سب سے اہم سوال تو ایک ایسے شخص کا ہے جو رہنمائی کے لئے آگے بڑھے یا جس کو جماعت کی طرف سے آگے بڑھایا جائے۔ اسی مسئلہ کے حل پر باقی ساری چیزوں کا حل موقوف ہے۔"

خاکسار

(دستخط) طفیل محمّد

حافظ امام الدّین صاحب کا ایک توضیحی خط

حافظ امام الدین صاحب مرحوم کا ایک خاص اہم خط جو انھوں نے اپنے موقف کی وضاحت کے لئے مجھے تحریر فرمایا تھا، ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ خط بھی جو میں نے جواب میں انھیں تحریر کیا تھا، ان کا مطالعہ مختلف پہلوؤں سے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں خط اسی زمانے میں "الانصاف"

الٰہ آباد میں شائع ہو چکے ہیں۔

حافظ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

میں اپنی علالت کے دشوار ترین حالات میں یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ یہ میری انتہائی بدقسمتی ہے کہ میری انتہائی کوشش کے باوجود جماعت کے متعلق میرا نقطۂ نظر آپ پر واضح نہ ہو سکا۔ میں اپنے موجودہ حالات کے تقاضوں سے چند لفظوں میں ایک بار پھر اپنا نقطہ نظر عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

میں نے ہمیشہ عرض کیا ہے اور پھر عرض کرتا ہوں کہ جماعت کا نصب العین حق ہے اور اس کے طریقۂ کار کے متعلق بھی مجھے اقرار ہے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہے لیکن موجودہ لمحات تک پوری دیانت داری سے میری رائے یہ ہے کہ کتاب وسُنّت میں اس تبدیلی کی بھی پوری گنجائش ہے جسے میں پیش کرتا ہوں۔ اور ملک کے بدلے ہوئے حالات میں اس تبدیلی کو میں اسلام، مسلمانوں اور جماعت کے لئے زیادہ درست، بہتر اور مفید سمجھتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ میرے نقشہ پر جماعت زیادہ بہتر طور پر اپنے کام کو جاری رکھ سکتی ہے اور مشکلات و مصائب سے بھی محفوظ رہ سکتی ہے اسی خیال کے پیشِ نظر میں آپ کو اور دوسرے برادرانِ جماعت کو اپنے خیالات نرم گرم ہر پیرائے میں لکھتا رہا۔ میں اب تک جماعت کا ویسا خیر خواہ ہی ہوں جیسا کہ پہلے تھا، اور جماعتی ہی احساس وتعلق کی بنا پر میں نے اب تک کسی دوسری جماعت کی رکنیت قبول نہیں کی۔

میرے رویّہ سے اس مخلص دینی جماعت کی نسبت کوئی غلط فہمی

نہ ہو، جس کے وبال میں میں پکڑا جاؤں اس لئے میں اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ میری رائے بدلے ہوئے حالات کے رعب اور دباؤ کا نتیجہ تھی جس سے میں اپنے لئے بھی متاثر تھا اور ساتھ ہی اسلام اور مسلمانوں کے لئے بھی، جو میری ہر تحریر اور گفتگو سے ظاہر تھا۔

اگر اس طرح میرے نفس نے مجھے دھوکہ دیا ہو تو میں اس کے لئے بھی توبہ کرتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے معاف فرمادے۔

جن لوگوں نے میری رائے سے کچھ اثر لیا ہو اُن کو صرف اپنی صواب دید سے کام لینا چاہیئے۔

میری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا عطا کرکے آپ کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے رعب اور خوف کے سوا مجھے ہر خوف اور رعب سے پاک کردے، زندگی میں خادمانِ دین کی معیّت، ایمان و اسلام پر خاتمہ اور آخرت میں بھی خادمانِ دین کی معیّت سے بہرہ ور کرے۔

جو لوگ میرے علم وعمل سے حسنِ ظن رکھتے ہوں ان کو چاہیے کہ وہ دین کے بارے میں مستند علماء پر اعتماد کریں اور میری کسی تحریر میں کوئی بات مستند علماء کے خلاف پائیں تو اسے نہ مانیں، عمل کے اعتبار سے بھی میں تہی دامن ہوں، صرف اللہ کی رحمت پر بھروسہ رکھتا ہوں۔

جو نیکی اور بھلائی مجھ میں نہیں ہے اس کی تحسین و تعریف کی آرزو سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میں اس کا ایک ناکارہ اور

اور کمزور بندہ ہوں۔ میرے دل و دماغ اور میرے سارے قویٰ کا خدا ہی خالق ہے۔ میرا سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے، میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ ضعفِ ایمان اور نفاق سے میرا دامن پاک ہو میں مواخذۂ آخرت سے بچنے اور حُسنِ خاتمہ کے لئے یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ اس مقصد کے لئے اس کی اشاعت ضروری ہو تو آپ اسے جماعتی اخباروں میں شائع کرا دیں۔

میں ایک بار پھر آپ اور برادرانِ جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری صحت اور خدمتِ دین کی توفیق بخشی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔

والسّلام
امامُ الدّین

جواب

مکرمی ——— السلام علیکم

عنایت نامے ملے۔ یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ کی صحت اب تک درست نہیں ہوئی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ جلد آپ کو شفائے کلی عطا فرمائے۔

اختلافِ رائے کے باوجود میں دل سے آپ کی قدر کرتا ہوں اور آپ کی صحت کی طرف سے کافی متردد ہوں۔ اس وقت میں سفر میں اور اپنے اور آپ کے مستقر سے بہت دور ہوں ورنہ ایسے موقع پر جب کہ آپ بسترِ علالت پر ہیں اور ملاقات کے خواہش مند بھی ہیں عیادت کے لئے ضرور حاضر ہوتا۔ غالباً ایک ماہ بعد واپسی

ہوسکے گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اس سے بہت پہلے آپ پوری طرح صحت یاب ہو جائیں۔ لیکن اگر اس وقت تک خدانخواستہ آپ کی صحت بحال نہ ہو سکی تو انشاء اللہ ضرور حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ اس دوران میں عزیزی تاج الدّین صاحب کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ آپ کی خیر و عافیت سے برابر مطلع کرتے رہیں۔ مجھے اس کا انتظار رہے گا۔

آپ نے اپنے ان خطوط میں بھی پچھلے اختلافات کو چھیڑنا چاہا ہے۔ میرے خیال میں اس بحث کو اب دوبارہ چھیڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے پر اپنا مدعا کافی تفصیل کے ساتھ واضح کر چکے ہیں اور کم از کم آپکی باتیں تو کافی سے بھی کچھ زیادہ وضاحت و تفصیل کے ساتھ میرے اور میرے رفقار کے سامنے آچکی ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی بدقسمتی سے ہم اور آپ متفق نہیں ہو سکے تو اب مزید تضیعِ اوقات سے کیا فائدہ؟ آپ جس مسلک کو اپنے لئے اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے ہیں شوق سے اسے اختیار کریں اور اپنی زندگی کے بقیہ لمحات اسی پر قائم رہتے ہوئے اس کی دعوت و اشاعت میں گزار دیں۔ ہمیں اس پر ہرگز آپ سے کوئی شکوہ و ملال نہیں ہوگا۔ ہمیں آپ کی رفاقت و معیّت بہت عزیز ہو سکتی ہے لیکن اسی وقت جب آپ ہمارے مقصد و مسلک اور طریقِ کار کو پسند کر کے ہمارے ساتھ آئیں، لیکن اگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہے، جیسا کہ آپ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے ـــــ تو ہمیں آپ کی رفاقت ایک لمحہ

کے لئے بھی گوارا نہیں ہے اور نہ میں آپ ہی کے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ محض مروت یا قدیم رفقار کار کی محبّت میں بتلا ہو کر آپ اپنا وہ مسلک ترک کر دیں جسے آپ ایمانداری کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے ہیں۔ یہ آپ کی مداہنت ہوگی یا اسلام دشمنی۔ اور میں آپ کو ہر حال میں اس سے بلند دیکھنا چاہتا ہوں، بلاشبہ یہ کام کوئی آسان کام نہیں ہے کہ آدمی جو پہلو میں دل رکھتا ہے، اپنی رائے وعمل کو تعلقات وغیرہ سے کسی حال میں متاثر نہ ہونے دے، لیکن حق پرستی کا کھلا ہوا تقاضا تو یہی ہے اور ہمیں اور آپ کو اسی کی مشق کرنی چاہیئے۔ یقین فرمائیے، ذاتی طور سے میرے لئے آپ کی جدائی ایک بڑے سانحہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن میں نے جب سے محسوس کر لیا کہ ہمارا اور آپ کا اتفاقِ رائے اب ممکن نہیں ہے تو میں پہلا شخص تھا جس نے آپ کی جدائی خوشی خوشی گوارا کر لی اور جب تک زندگی ہے انشاء اللہ اس کو گوارا کرتا رہوں گا تا آں کہ ہمارا اختلافِ رائے اتفاق سے بدل نہ جائے۔

آپ نے جماعت کے مسلک وطریقِ کار کی صحت کے بارے میں جس خیال کا اظہار فرمایا ہے، میں اس کے لئے آپ کا مشکور ہوں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کا خوف وہراس جو آپکے نزدیک بھی آپ کے اختلاف کا حقیقی باعث ہوا ہے جلد دور ہو جائے تاکہ آپ سکون واطمینان کے ساتھ اس مسئلہ پر غور کر سکیں اور پھر اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو خدمتِ دین کے اس کام میں، جو جماعت کے سامنے ہے، اپنی صلاحیتوں کے ساتھ

شریک ہو سکیں، وہ دن ہمارے لئے بہت خوش کن ہوگا اور ہم اسکے لئے بے چینی کے ساتھ منتظر ہیں۔

گذشتہ چند ماہ میں آپ کے خیالات میں جو خوشگوار تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ کافی حد تک امید افزا ہیں اور بیماری کی حالت میں آخرت کا جو خوف پوری شدّت کے ساتھ سامنے آگیا ہے جس کا کہ آپ کی سطر سطر سے اظہار ہوتا ہے اس سے توقع ہوتی ہے کہ شاید یہ خوف اس خوف و ہراس لئے بہت جلد آپ کے دل سے دور کردے جو آپ کی لغزش و خطا کا باعث بنا ہے۔ غالبًا اسی خوفِ آخرت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ اپنے اختلافِ رائے کے اثرات دور کرنے کے لئے اپنے اِن خطوط کی اشاعت کے خواہش مند ہیں۔ بہر حال میں آپ کی اس خواہش کے مطابق آپ کے خطوط اور یہ جواب اشاعت کے لئے دے رہا ہوں لیکن آپ کے اطمینان کے لئے یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ بحمداللہ جہاں تک ہمارے رفقاء کا تعلق ہے، آپ کے خیالات کا کسی طرح بھی کوئی اثر نہیں پڑا ہے اگر کوئی اثر ہوا ہے تو صرف یہ کہ آپ کی لغزش یا ان کے لئے عبرت کا ذریعہ بن گئی ہے اور وہ ہمت و استقامت کے لئے خدا کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور آپ کو احکامِ دین کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور ہمارا اور آپ کا خاتمہ ایمان پر کرے۔[۵]

والسّلام	دفترِ جماعتِ اسلامی
(دستخط) ابواللیث	۱۴ رجمادی الثانیہ ۶۸ھ

۵ حافظ صاحب مرحوم کا مسئلہ الٰہ آباد اجتماع منعقدہ ۱۶، ۱۷ ار اپریل ۴۸ء میں بھی تفصیل سے زیرِ بحث آیا تھا جس کی روداد اس اجتماع کی کارروائی کے ذیل میں آگے آرہی ہے۔

باب سوم

حیدرآباد کا نظمِ جماعت

جناب محمد یونس صاحب، ملے پلی جدید، حیدرآباد۔ (دکن) نے بحیثیتِ قیّم جماعتِ اسلامی اپنا ایک تحریر کردہ سرکلر مجھے بھی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے پتہ پر ارسال فرمایا تھا جو درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از دفتر جماعتِ اسلامی
حیدرآباد۔ دکن۔

مورخہ ۵ / فروری ۱۳۵۷ھ

رفیقِ محترم! —— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میں ۲۶ / دسمبر ۴۷ء کو مرکز گیا تھا تاکہ ہندوستان اور حیدرآباد میں کام کے لئے بالمشافہ ہدایات حاصل کروں۔ وہاں تقریباً (۱۵) دن قیام رہا۔ جو ہدایات امیرِ جماعت سے حاصل ہوئیں وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

۱:—— ہندوستان میں ایک علیحدہ مرکز قائم کرنا فی الحال مناسب اور ممکن نہیں۔ چونکہ وہاں کے حالات ایسے ہیں کہ ان دنوں کسی کارکن کو مرکز سے روانہ کرنے کے معنیٰ اس کو معطّل کر دینا ہے اور وہ ہندوستان کے متغیر، پریشان کن حالات کی وجہ سے وہاں کچھ کام بھی نہ کر سکے گا۔ اس وقت پاکستان سے پہنچنے اور ایسی جدوجہد کرنے سے اندیشہ ہے کہ جو کچھ اب کام ہو رہا ہے وہ بھی معطّل ہو جائے۔ اسی لئے ابھی ایک ڈیڑھ سال کا انتظار کیا جائے۔ انشاء اللہ اس وقت تک حالات سکون پر آجائیں گے اور حکومت سے تعصّب کا بخار قدرے اتر جائے گا۔

۲:—— امسال نہ ہندوستان اور نہ پاکستان میں کوئی سالانہ اجتماع کیا جا سکتا ہے

رسل و رسائل کی خرابی اور سفر کی دشواریاں اجتماع کو ناممکن بنا دیتی ہیں۔ اور ہندوستان میں اس قسم کے اجتماع کے معنیٰ حکومت کی آنکھوں میں کھٹکنے کے ہیں۔ اس لئے فی الحال جس طرح کام ہو رہا ہے اس کو جاری رکھا جائے۔ جہاں حلقہ واری اجتماع کرنا ممکن ہو وہاں کر لیا جائے اور کام کو ہندوستان کی جماعتیں باہمی مشوروں اور احتساب کیساتھ قائم اور جاری رکھیں۔ اگر ہم موجودہ نظم اور ربط اور جدّوجہد کو جاری رکھیں تو غنیمت ہے ارکان اور جماعتیں ان دنوں ہمّت اور انتہائی دانش مندی سے کام لیں۔

۳:۔ ہندوستان کے لئے لائحۂ عمل وہی ہے جسے مولانا نے مدراس میں پیش کیا تھا۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے حیدرآباد میں اس پمفلٹ کو کافی تعداد میں شائع کیا گیا ہے۔ جو اصحاب مفت تقسیم کیلئے منگائیں ان کو نصف قیمت پر دیا جائے گا۔

۴:۔ ہندوستان کے لئے بیتُ المال ٹونک میں قائم کیا گیا ہے۔ محمد یوسف صاحب صدّیقی محلہ قافلہ راج ٹونک اس کے ناظم ہیں۔ جو دارالاشاعتیں اور قیّم صاحبان اپنا خرچ مرکز سے حاصل کرتے تھے۔ وہ اب ٹونک کے مرکزی بیت المال سے حاصل کریں۔ ہندوستان کے بیت المال اپنی ماہواری، سہ ماہی رپورٹیں اور حسابات ٹونک کو ہی روانہ کریں اور تمام لین دین ٹونک کے مرکزی بیت المال ہی سے رکھیں۔

۵:۔ ارکان موجودہ فساد کے زمانہ میں اپنے مقام پر جمے رہیں جب تک ایسا کرنا ان کے لئے ممکن ہو اگر حالات بہت خراب ہو جائیں اور جان کا اندیشہ لاحق ہو اور رہنا ناممکن ہو تو منتقل ہو سکتے ہیں۔

۶:۔ اب مرکز سے ہندوستان کو لٹریچر کا پہنچنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اس لئے امیرِ جماعت نے ہدایت کی ہے کہ لٹریچر کی طباعت و اشاعت کے لئے حیدرآباد میں انتظام کیا جائے۔ ہندوستان کی تمام جماعتیں اور ارکان حیدرآباد دکن سے لٹریچر

منگوا سکتے ہیں۔ اب یہیں پورا لٹریچر طبع کیا جائے گا۔

۷:۔ پاکستان اور ہندوستان میں خطوط کا سلسلہ چونکہ درست نہیں ہے اسلئے امیر جماعت نے ہدایت دی ہے کہ ہندوستان کے تمام قیّم صاحبان اپنی سہ ماہی رپوٹیں حیدرآباد روانہ کریں اور پھر میں یہاں سے ان سب کا خلاصہ کرکے مرکز روانہ کروں گا۔

محمد یونس۔ قیّمِ جماعتِ اسلامی

۴۳ ۷ بی کلاس، جدید ملے پلی، حیدرآباد۔ دکن۔

اور جب میں نے آئندہ نظمِ جماعت کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے ۱۶/ ۱۷/ اپریل ۴۸ء کو الہ آباد میں ایک اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ کرلیا اور بحیثیتِ داعی جناب محمدّ یونس صاحب کو بھی اس میں شرکت کا دعوت نامہ بھیجا تو اس کے جواب میں انھوں نے حسبِ ذیل خط ارسال فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعتِ اسلامی حیدرآباد دکن   مورخہ ۱۱/ مارچ ۴۸ء

ملے پلی جدید

مکرمی ومحترمی ——— السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ مرکز سے بھی ہدایات موصول ہوئیں۔ ان مسائل پر دسمبر میں دورانِ قیام لاہور میں امیرِ جماعت سے مشورے کیا تھا اور علیحدہ مرکز کے قیام کے لئے زور بھی دیا تھا۔ چونکہ اُس وقت بھی اکثر احباب یہ خواہش رکھتے تھے کہ مولانا امین احسن صاحب کو ہندوستان بلا لیا جائے تاکہ مرکز قائم کیا جاسکے میں نے امیرِ جماعت کو ——— اس وقت یہ بھی رائے دی تھی کہ اگر ہندوستان کے حالات

خراب ہیں (جیساکہ اس وقت تھے) تو پھر مولانا امین احسن صاحب کو حیدرآباد میں ٹھیرالیا جائے وہیں سے وہ نگرانی کریں۔ لیکن امیر جماعت نے اس رائے کو پسند نہیں کیا اور فرمایا کہ فی الحال ہندوستان میں مرکز کا قائم کرنا نہ مناسب ہے اور نہ ممکن۔ چونکہ حالات بدل رہے ہیں اور کوئی موزوں شخصیّت نہیں نہ کسی کو یہاں سے بھجوانا ممکن ہے۔ بلکہ بھجوانا نقصان دہ ہوگا۔ اور اس وقت مرکز کے قیام کے لئے جدوجہد حکومت کی نظروں میں کھٹکنا ہوتا ہے۔ اس لیے فی الحال جس طرح کام چل رہا ہے اسی طرح ہر قیّم اپنے مقام پر کام چلائے ایک دوسرے کے مشورے سے کام کو آگے بڑھائیں۔ ایک سال کے بعد جب حالات سکون پر آئیں گے اس وقت ایسا کوئی انتظام کیا جاسکتا ہے۔ فی الحال چونکہ حیدرآباد اور پاکستان سے خط و کتابت صاف ہے۔ اس لئے ہندوستان کے قیّموں کی سہ ماہی رپورٹیں حیدرآباد آئیں اور میں ان کو مختصر کر کے ایک رپورٹ پورے کام کی مرکز روانہ کردیا کروں۔ لاہور سے واپسی کے بعد میں نے ان ہدایات سے تمام قیّموں کو مطّلع کردیا۔ پھر معلوم ہوا کہ الٰہ آباد میں اجتماع ہوا کچھ طے ہوا، لیکن اس کی اطلاع مجھے نہیں ہوئی کہ کیا مشورے ہوئے کس روشنی میں ہوئے۔ اب آپ کا ایک خط ملا اور پھر مرکز سے بھی خط آیا کہ اجتماع کرکے باہمی مشورے سے کسی کو امیر منتخب کرلیں اور کام کو منظم کرلیں۔

مرکز کی ہدایات پر ہم نے غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ابھی ہندوستان کے حالات پریشان کن ہیں، نہیں کہا جاسکتا کہ یہ

تھوڑا سا سکون کب تک رہے گا۔حکومت کی کوئی پالیسی بھی متعین نہیں ہوئی دوسری چیز یہ بھی ہے کہ جہاں تک ہم غور کئے ہیں، ہندوستان میں کوئی ایسی موزوں شخصیّت نہیں ملی جو اتنی بصیرت اور علم رکھتی ہو کہ بذاتِ خود جماعت کے کام کو پوری ذمہ داری سے چلا سکے اور پالیسی کو چلا سکے (DEAL کر سکے) اور ہم سب اس کی طرف رجوع کریں۔

تیسری چیز یہ ہے کہ مرکز سے ابھی ہمارا ربط قائم ہے، ابھی اسکے ٹوٹنے کا امکان نہیں۔ہم ضروری ہدایات وہاں سے حاصل کر سکتے ہیں، خطوط آتے اور جاتے ہیں، بیت المال اور مکتبہ قائم کر دیا گیا ہے، کتابیں اور رقم کا انتظام خود ہندوستان میں ہو گیا ہے جو مناسب ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی کو منتخب بھی کر لیں تو اس کا اندیشہ ہے کہ پالیسی کو چلانے میں غلطی ہو گی یا مداہنت برتی جائیگی یا نہیں تو پھر وہ مرکز سے اس کے محتاج ہوں گے کہ انھیں ضروری امور میں ہدایات ملے یہ تو اب بھی ہر قیّم کر سکتا ہے۔

ان امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ ابھی علیحدہ مرکز کا قیام مناسب نہ ہو گا ایک سال کے بعد اس پر غور کیا جائے تو اس وقت تک اپنے اپنے حلقوں میں کام کر کے کوئی شخصیّت ابھر آئے گی۔حالات بھی ایک کروٹ بیٹھ جائیں گے اور ہم اسکا انتظام کرنے میں کامیاب رہیں گے۔

یہ ہمارا اندازہ ہے اگر ہندوستان کی جماعتیں اور قیم صاحبان اس کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہوں کہ بغیر علیحدہ مرکز کے کام ہی نہیں ہو سکتا، اسکی وجہ سے وہ کام میں رکاوٹ محسوس کر رہے ہیں،

توپھر علیٰحدہ مرکز پرغور کرنے کے لئے ایک اجتماع کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ایسی صورت میں بیت المال اور مکتبہ کے موجودہ انتظام کو برقرار رکھا جائے چونکہ یہ چیزیں ابھی قائم ہوئی ہیں اور چل رہی ہیں۔ مزیدان میں تبدیلی سے ہرج ہوگا، نقصان بھی ہوگا اور موجودہ رفتار پر اثر بھی پڑیگا اگراپنا اجتماع کیا جائے تو میں ضرور شریک ہوں گا۔ ہندوستان کے حالات میں خلفشار ہورہا ہے اس لئے اجتماع ایک ماہ بعد ۱۶/۷ار اپریل کو رکھا جائے۔ جیسا کہ وہاں کے حالات کا ہمیں اندازہ ہے۔ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس طرح کا اجتماع کرنا مناسب نہ ہوگا اور نہ ہم کھُلے بندوں اپنے حالات اور ہندوستان کے حالات پرغور کرسکیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ یہ اجتماع حیدرآباد میں ہو چونکہ یہاں سکون ہے اور ہم آزادی سے غور کرسکتے ہیں ورنہ پھر جو مقام آپ اصحاب مناسب سمجھیں وہاں کیا جاسکتا ہے جس میں کسی کے لئے دوری نہ ہو اور سب کے لئے سہولت ہو۔

اگر جلد رکھنا طے پایا اور وہ بھی حیدرآباد میں تو یہ اجتماع ۲۸/مارچ کو رکھا جاسکتا ہے۔

والسّلام

آپ کا مخلص

محمد یونس

مجوزہ اجتماع حیدرآباد دکن میں منعقد کرنے کے بارے میں یونس صاحب کی تجویز سے بوجوہ اتفاق نہیں کیا گیا اور الٰہ آباد میں اجتماع کرنے کے بارے میں فیصلہ برقرار رکھا گیا۔

اس اجتماع میں حیدرآباد کے نظمِ جماعت کا مسئلہ اور اس کے ساتھ

یونس صاحب کی پیش کردہ تجویز بھی خاص طور سے زیرِ بحث آئی، اس سلسلہ میں جو کچھ طے ہوا تھا اس کی پوری تفصیل اجتماع کی کارروائیوں کے ذیل میں آگے آرہی ہے۔

بابِ چہارم

اجتماع الٰہ آباد

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ مرکز نے یہ ہدایت کی تھی کہ ہندوستان میں مقیم ارکانِ شوریٰ، قیّم صاحبانِ حلقہ اور دوسرے صاحبُ الرّائے حضرات کسی ایک جگہ جمع ہو کر ہندوستان کے نظم کو پاکستان کے نظم سے الگ کرلیں۔ (مکتوب میاں طفیل محمدؐ صاحب، مورخہ ۱۹ر فروری ۴۸ء)

اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ میں نے اپنے خط (مورخہ ۱۵ر ربیع الثانی) کے ذریعہ مرکز کو یہ اطلاع بھیجی تھی کہ آئندہ اجتماع اور اس کے مقام و تاریخ وغیرہ کی تعیین کے سلسلہ میں میں نے لوگوں کا مشورہ طلب کیا ہے، ان کے جوابات موصول ہونے پر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاسکے گا۔

موصولہ جوابات کے بموجب مجھے اختیار حاصل تھا کہ وہ اجتماع سرائے میر ہی میں منعقد ہو، بہت سے حضرات بشمول قیّم حلقہ جناب حافظ امام الدین صاحب اسی کے حق میں تھے اور خود میری دلی خواہش بھی یہی تھی۔ لیکن سرائے میر جیسے ایک دور افتادہ اور آمدورفت کی ضروری سہولتوں سے بہت حد تک محروم مقام پر شرکاءِ اجتماع کو پہنچنے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا اس لئے اس کے بجائے الٰہ آباد کو میں نے اجتماع کے لئے زیادہ مناسب خیال کیا جس کی بہت سے حضرات نے سفارش بھی کی تھی۔

اس فیصلہ کے مطابق "الانصاف" مورخہ ۴ر اپریل ۴۸ء میں "ضروری اطلاع" کے موٹے عنوان سے حسبِ ذیل اعلان شائع ہوا:

ضروری اطلاع

انڈین یونین کے آئندہ نظمِ جماعت اور اس سے متعلق مسائل پر غور و خوض کرنے کے لئے ۱۶، ۱۷ اور ۱۸ اپریل ۴۸ء کو الٰہ آباد میں ایک اہم اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ حسبِ ذیل حضرات کے نام باقاعدہ دعوت نامے بذریعہ ڈاک بھیجے جا چکے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ بعض حضرات کو وقت پر دعوت نامے نہ مل سکیں اس لئے ان حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس اطلاع کو کافی سمجھتے ہوئے اجتماع میں ضرور شرکت فرمائیں۔

۱:۔ حافظ امام الدین صاحب بنارس۔
۲:۔ رضوان اللہ صاحب۔ ″
۳: چودھری محمد شفیع صاحب بارہ بنکی
۴:۔ ماسٹر جعفر علی صاحب کانپور۔
۵:۔ مولوی ضیاء النبی صاحب ″
۶:۔ مولوی عبدالغفار صاحب ندوی۔ لکھنؤ
۷:۔ مولوی حامد علی صاحب شاہجہاں پور
۸:۔ عبدالحی صاحب مدیر الحسنات رام پور۔
۹:۔ محمد شفیع صاحب۔ مظفر نگر۔
۱۰:۔ محمد حسنین سید صاحب۔ دربھنگہ۔
۱۱:۔ ضیاء الہدیٰ صاحب۔ پٹنہ۔
۱۲:۔ ہدایت علی صاحب بارہ بنکی۔
۱۳:۔ مولوی جلیل احسن صاحب ندوی بریلی۔
۱۴:۔ عبدالعزیز صاحب اٹاوہ۔
۱۵:۔ افضل حسین صاحب جھانسی
۱۶:۔ محمد یوسف صاحب ٹونک
۱۷:۔ عبدالتواب صاحب۔ کلکتہ۔
۱۸:۔ وی۔ پی۔ محمد علی صاحب۔ ایڈیار
۱۹:۔ محمد اسمٰعیل صاحب اخلاص، بمبئی
۲۰:۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب۔ ولنا پکیم
۲۱:۔ سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری۔ مدراس
۲۲:۔ عبدالحکیم صاحب۔ میسور۔

۲۳:۔ محمد یونس صاحب حیدر آباد۔ ۲۵: جلیل الدین صاحب علی گڈھ
۲۴:۔ ظہیر الحسن صاحب بھوپال۔ ۲۶:۔ رشید الحسن صاحب کانپور
۲۷: مولانا سید احمد عروج قادری صاحب پٹنہ۔

نوٹ:۔ اجتماع ۱۶ر اپریل ۴۸ء کو بروز جمعہ صبح ۸ر بجے شروع ہو جائے گا۔
مقامِ اجتماع ۲۷۸ بہادر گنج۔ نزد دوکان ولی محمد عطار۔ الٰہ آباد۔
براہِ عنایت حسبِ ذیل پتہ پر اپنی آمد کی اطلاع فوراً بھیج دیجیے۔

پتہ:۔ دفتر جماعتِ اسلامی، چوک الٰہ آباد

اس کے ساتھ ہی انہی حضرات کو میں نے حسب ذیل دعوت نامہ بھی ارسال کیا

دفتر جماعتِ اسلامی
مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڈھ
۲۵ر مارچ ۴۸ء

محترمی و مکرمی ـــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مرکز کی ہدایت کے مطابق جو اجتماع ہونے والا تھا اور جس کے متعلق آپ سے رائے طلب کی گئی تھی، وہ اجتماع الٰہ آباد میں ہونا قرار پایا ہے تاریخیں ۱۶ر، ۱۷ر اپریل ہیں اور بشرطِ ضرورت ۱۸ر اپریل کو بھی جاری رہے گا۔

امور غور طلب حسب ذیل ہیں:

۱:ـــ انڈین یونین کے لئے مستقل امیرِ جماعت کا انتخاب۔
۲:ـــ انڈین یونین کے لئے ایک مرکز کا انتخاب۔

۳:۔ بحالاتِ موجودہ بیت المال اور دارالاشاعت کا موجودہ نظم عارضی طور پر باقی رہے یا منتخب مرکز پر فوری طور پر منتقل کر دیا جائے۔

۴:۔ جماعت کے لیے ایک آرگن کی ضرورت اور اس کے اجراء کے متعلق غور و خوض۔

ان امور اور ان کے علاوہ اور بھی جو ضروری مسائل ہوں، ان پر اچھی طرح غور و فکر کر لیں اور اپنے حلقے کے امراء جماعت، اراکین نیز دیگر اہل الرائے حضرات سے مشورہ کر کے اجتماع میں شرکت فرمائیں۔ اگر آپ اپنے علاوہ اپنے حلقہ کے کسی اور صاحب کی شرکت اس اجتماع میں ضروری سمجھتے ہوں تو انھیں بھی اپنے ہمراہ لائیے۔ اور آپ کی طرف سے اپنے آنے کی تاریخ، وقت اور تعداد شرکاء کی اطلاع مندرجہ ذیل پتہ پر ۷/اپریل تک ضرور پہنچ جانی چاہیے۔ پتہ یہ ہے:

دفتر جماعت اسلامی

۷ چوک الہ آباد

شریک ہونے والے حضرات معمولی بستر اپنے ہمراہ لائیں۔ ۱۶/اپریل بروز جمعہ ۸ بجے صبح سے نشست شروع ہو جائے گی۔ اجتماع کی اہمیت کے پیش نظر تشریف لائیں۔

مقامِ اجتماع: ۲۰۵ بہادر گنج، نزد دوکان ولی محمد عطار، الہ آباد

والسلام

دستخط (ابواللیث)

میرے اس دعوت نامہ کے جواب میں مولانا اسمٰعیل صاحب (پرنام بٹ ضلع نارتھ آرکاٹ، صوبہ مدراس) نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۳۱/ مارچ ۴۸ء

مکرمی محترم ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا گرامی نامہ متعلق اجتماع الٰہ آباد موصول ہوا۔

انشاء اللہ تعالیٰ میں ایک رفیق کے ہمراہ ۱۴ یا ۱۵/ اپریل تک الٰہ آباد پہنچ جاؤں گا۔

والسّلام

محمد اسمٰعیل

مولانا صبغۃ اللہ بختیاری، قیمِ جماعتِ اسلامی صوبہ مدراس نے حسبِ ذیل خط ارسال فرمایا:

جماعتِ اسلامی

۵۔ پیرامبور ہائی روڈ مدراس ۱۲ — تاریخ ۶/ اپریل ۴۸ء

مکرمی ومحترمی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۲۵/ مارچ ۴۸ء مجھے اپنے مقام دارالارشاد، علیم آباد، رائے چوٹی ضلع کڑپہ، صوبہ مدراس موصول ہوا۔ میں نے فوری مدراس میں صوبہ مدراس کے اصحابِ شوریٰ کو، وہاں جمع ہونے کی دعوت دی اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دام مجدھم کو بھی اطلاع دی گئی۔ پھر رفقاء شوریٰ کا دفترِ جماعت اسلامی شہر مدراس میں اجتماع ہوا اور امور ذیل طے پائے:

۱:— کافی تحقیق کر لینے کے بعد معلوم ہوا کہ مدراس سے الٰہ آباد تک کا ہر

راستہ خطرناک ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعہ بھی پہنچنا آسان نہیں بہر حال، کچھ نہ کچھ مسافت ریل سے طے کرنی پڑے گی اور یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں۔ اس لئے سفر کا ارادہ ملتوی کیا جاتا ہے، حال آنکہ میں نے اور مولانا موصوف نے اپنی اپنی جگہ چلنے ہی کا عزم کرلیا تھا اور امیر جماعت مدراس کو بھی ساتھ لینا ہی تھا۔

۲:۔۔۔ امیر کا انتخاب اور نئے مرکز کا قیام ایسا مسئلہ نہیں ہے جو عجلت میں طے کیا جاسکے، لہٰذا سر دست شمالی ہند اور جنوبی ہند کے تمام رفقاء کا ملنا جلنا اور آپس میں کافی ربط و تعلق رکھنا کچھ سفری دشواریوں کے باعث مشکل سا ہے تو اس کو اٹھا رکھا جائے۔

۳:۔۔۔ بحمد اللہ ہر جگہ "جماعت اسلامی" کا نظام تو بنا ہوا ہے، اس کو مضبوط رکھا جائے اور ربط و تعلق کی جتنی صورت ممکن ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شوریٰ، اجتماع، احتساب کے ذریعہ کام جاری رکھا جائے اور اپنے اپنے حلقہ میں کام ہوتا رہے۔

۴:۔۔ دارالاشاعت اور بیت المال مرکزی کے متعلق کچھ انتظام کیا جاچکا ہے اس کو بحال رکھا جائے۔

۵:۔۔۔ واقعی جماعت اسلامی کا خاص آرگن ضروری ہے اس لئے شمالی ہند کے رفقاء بالخصوص اصحاب مدرسۃ الاصلاح متوجہ ہوں اور ایک موزوں "ادارہ" ہو۔

تمام رفقاء شوریٰ اور مولانا کی طرف سے سلام مسنون عرض ہے۔

احقر العباد:۔۔۔ **سیّد صِبغۃ اللّٰہ بَختیاری**

قیّم جماعتِ اسلامی صوبہ مدراس

اور جناب محمد یونس صاحب، قیمؔ جماعتِ اسلامی حیدر آباد نے اس دعوت نامہ کے جواب میں جو طویل خط ارسال فرمایا تھا وہ "حیدر آباد کا نظم جماعت" کے زیرِ عنوان نقل ہو چکا ہے۔

کارروائی کا آغاز

اجتماع کی باقاعدہ کارروائیؔ شروع ہونے سے پہلے حافظ امام الدین صاحب کا ایک طویل خط پڑھا گیا جس میں انھوں نے ہندوستان میں جماعت کے آئندہ طریقۂ کار کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

اعلان کے مطابق ٹھیک آٹھ بجے اجتماع کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔

جلسۂ صدارت کے لئے جناب یوسف صدیقی صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔

سب سے پہلے میں نے ایک مختصر افتتاحی تقریر کی جس میں بعد حمد و ثنا، یہ واضح کیا کہ آج سے تقریباً دو تین ماہ پہلے اسی الٰہ آباد میں جماعت کے کچھ ارکان کا ایک اجتماع انہی مسائل پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا جن پر غور کرنے کے لئے آپ حضرات آج جمع ہوئے ہیں۔ لیکن اس وقت یہ محسوس کیا گیا کہ اصولی حیثیت سے یہ ضروری ہے اور نظمِ جماعت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی عملی قدم اٹھانے سے پہلے ہم امیرِ جماعت کی اجازت حاصل کریں اور جب تک اجازت حاصل نہیں ہوتی ہے، ہم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہیں کہ اپنی تجویزیں امیرِ جماعت کی خدمت میں پیش کر دیں۔ اور ان سے درخواست کریں کہ ان کے بارے میں اپنے فیصلہ سے مطلع کریں اور اس سلسلہ میں مرکز سے خط و کتابت کی خدمت میرے سپرد کی گئی۔

اس فیصلہ کے بموجب میں نے اپنے طور سے پوری کوشش کی کہ مرکز سے خط و کتابت میں زیادہ وقت صرف نہ ہو لیکن بعض ناگریز اسباب کی بنا پر مرکز سے

نوٹ: اس اجتماع کی پوری کارروائی جناب محمد یوسف صاحب کی تحریر کردہ ہے۔ البتہ کہیں کہیں توضیحِ مدعا یا کسی اجمال کی تشریح کے طور پر جا بجا میرے جملے بھی نقل ہوئے ہیں۔ جناب محمد یوسف صاحب قیمِ جماعت منتخب ہونے سے پہلے اپنی ملازمت کے سلسلہ میں الٰہ آباد میں مقیم تھے۔

جواب آنے میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ بہر حال جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے مرکز کا جواب موصول ہو گیا ہے جس میں آپ کو ان مسائل پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے کا پورا حق دے دیا گیا، اور اس وقت آپ لوگوں کو اسی کام کے لئے مدعو کیا گیا۔

اس سوال پر غور کرتے وقت کہ امیر جماعت کا انتخاب کس طرح عمل میں لایا جائے ـــــ میں نے یہ وضاحت کی کہ مرکز کی طرف سے یہ ہدایت موصول ہوئی تھی کہ ہندوستان میں مقیم ارکانِ شوریٰ اور صاحبُ الرّائے اشخاص کو اس اجتماع میں مدعو کیا جائے۔ اس لئے یہ سب حضرات اس مسئلہ پر رائے ظاہر کرنے کا حق رکھتے ہیں البتہ وہ ارکان جن کو مدعوّین حضرات اپنی رائے کے مطابق ان کی شرکت ضروری سمجھ کر ساتھ لائے ہیں تو ایسے لوگوں کے انتخاب میں حصّہ لینے کے مسئلہ پر بحث ہو سکتی ہے۔ لیکن میرا اپنا خیال یہ ہے کہ تمام موجود ارکان کو انتخاب میں حصّہ لینے کی اجازت دے دینی چاہیئے۔

میری اس تجویز پر تھوڑی سی گفتگو کے بعد طے پایا کہ ارکانِ شوریٰ، قیمین اور اصحابِ رائے جن کو مدعو کیا گیا ہے، انتخابِ امیر میں حصّہ لیں گے اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی اس انتخاب میں حصّہ لے سکتے ہیں جن کو وہ حضرات اہل الرّائے سمجھ کر ساتھ لائے ہیں۔

اس فیصلہ کے مطابق حسبِ ذیل حضرات رائے دینے کے مستحق قرار پائے۔

۱:ـــ حامد علی صاحب
۲:ـــ چودھری محمد شفیع صاحب
۳:ـــ حکیم محمد خالد صاحب
۴:ـــ محمد حسنین صاحب
۵:ـــ محمد یوسف صاحب صدیقی
۶:ـــ وی۔ پی محمد علی صاحب
۷:ـــ اسمٰعیل عثمان اخلاص صاحب
۸:ـــ مولوی رضوان اللہ صاحب
۹:ـــ ضیاء الہدیٰ صاحب
۱۰:ـــ سیّد احمد صاحب

۱۱:۔ قدرۃ العین صاحب
۱۲:۔ ہدایت علی صاحب
۱۳:۔ مولوی عبدالغفار صاحب
۱۴:۔ مولوی ضیاء النبی صاحب
۱۵:۔ حافظ رشید الحسن صاحب
۱۶:۔ مولوی عبدالحی صاحب
۱۷:۔ مولوی جلیل احسن صاحب
۱۸:۔ محمد شفیع صاحب میرٹھ
۱۹:۔ افضل حسین صاحب
۲۰:۔ ظہیر الحسن صاحب
۲۱:۔ سلطان احمد صاحب
۲۲:۔ مولوی ابواللیث صاحب
۲۳:۔ مولوی صدرالدین صاحب
۲۴:۔ مولوی عبید اللہ صاحب
۲۵:۔ محمد اسحٰق صاحب
۲۶:۔ سید حسن صاحب
۲۷:۔ مولوی زکریا صاحب
۲۸:۔ سید صاحب
۲۹:۔ محمد یوسف صاحب
۳۰:۔ ضمیر عالم صاحب
۳۱:۔ مولوی مختار علی صاحب
۳۲:۔ منشی مکرم حسین صاحب
۳۳:۔ چودھری رفیع صاحب
۳۴:۔ مولوی ایوب صاحب
۳۵:۔ محمد شفیق صاحب
۳۶:۔ مولوی ابوالخیر صاحب
۳۷:۔ منشی عبدالرؤف صاحب
۳۸:۔ منیر ذاکر علی صاحب
۳۹:۔ محمد یحییٰ صاحب راغب
۴۰:۔ محی الدین صاحب ایوبی
۴۱:۔ ڈاکٹر محمد عمر صاحب آزاد

٭ ٭

اسی اثناء میں حافظ عبدالتواب صاحب کا خط ملا جو پڑھا گیا انھوں نے اپنی کچھ خانگی پریشانیوں کی بنا پر حاضری سے معذرت چاہی تھی، ان کے حق میں دعا کی گئی۔

پھر محمد یونس صاحب کا ایک طویل خط پڑھا گیا جو اسی وقت موصول ہوا تھا اور جس میں انھوں نے ان مسائل پر اپنے خیالات ظاہر کئے تھے انتخاب کے سلسلے میں

ان کی رائے یہ تھی کہ اگر ارزاں شخص مل سکے تو اس کو امیر بنا لیا جائے۔ لیکن اس کی حیثیت امیر کی ہو ـــــــ یہ بھی طے ہوا کہ مدراس کے حضرات اس انتخابِ امیر میں حصّہ نہیں لے رہے ہیں اور وہ بعد کو اپنی رائیں مرکز کو بھیج سکیں گے۔

اس کے بعد ہندوستان کے آئندہ نظم سے متعلق میری اور مرکز کی خط و کتابت پڑھ کر سنائی گئی۔ طے کیا گیا کہ سب سے پہلے ایجنڈا کی پہلی دفعہ، جو انتخابِ امیر سے متعلق ہے، زیرِ بحث لائی جائے۔

اس مسئلہ پر جن لوگوں نے اظہارِ خیال کیا ان میں چودھری محمدؐ شفیع صاحب، مولانا جلیل احسن صاحب، وی، پی محمد علی صاحب، محی الدین ایوبی صاحب، یوسف صاحب، مولانا عبدالغفار صاحب، مولانا حامد علی صاحب، اور شفیع صاحب میرٹھ (مونس صاحب) کے نام اور خود میرا نام بھی شامل ہے۔ اظہارِ خیال کرنے والوں میں کچھ لوگ تو ہندوستان میں علیحدہ نظمِ جماعت کے قیام کے حامی تھے اور خود میرا اپنا نقطۂ نظر بھی یہی تھا اور کچھ لوگوں کو اس سے سخت اختلاف رہا ہے یا اس بارے میں وہ شک و تردد میں مبتلا رہے ہیں۔

مؤخر الذکر حضرات کے خیالات کا خلاصہ ذیل میں مختصراً درج کیا جا رہا ہے۔

۱:ـــ مولانا مودودی صاحب کی ہدایات ہمارے لئے کافی ہیں، اگر بعض معاملات پیش آجائیں تو ہم مل بیٹھ کر ان پر غور کر سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے محض تبلیغ کا کام ہے اور یہ کام ہم آسانی سے کر سکتے ہیں۔ مرکز کے قیام اور امیر کے انتخاب کی قطعاً ضرورت نہیں۔

۲:ـــ علیحدہ نظم کا مطلب کیا ہے؟ اگر خود مختار ہوگا تو اس کی دلیل کیا ہے؟

۳:ـــ نظام علیحدہ ہونے کے باوجود ما تحت ہو۔

۴:۔۔۔ جب ہم ایک امیر پر بیعت کر چکے ہیں تو کیا دوسرے امیر پر بیعت کر سکتے ہیں؟

۵:۔۔۔ ہم نظامِ جماعت کے لئے امیر کے بجائے قیم بنا سکتے ہیں۔

۶:۔۔۔ ایک ہی نصب العین کے لئے دو جماعتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں ہندوستان کے ارکان دو امیروں کی کیسے بیعت کریں گے اور بصورتِ اختلاف کس کی اطاعت کریں گے؟

۷:۔۔۔ مرکز علیحدہ ہو، مستقل امیر نہ ہو، نائب امیر ہو سکتا ہے، لفظ "مستقل" نہ ہونا چاہیئے۔

ان خیالات اور شبہات و ترددات کے جواب میں میں نے اور دیگر متعدد حضرات نے جو کچھ کہا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱:۔۔۔ مرکز کے خطوط سے بخوبی واضح ہے کہ علیحدہ نظم قائم کرنے کے لئے امیر جماعت کی طرف سے نہ صرف یہ کہ اجازت ہے بلکہ اس کے لئے بطورِ خاص تاکید بھی ہے۔

۲:۔۔۔ شریعت نے امارت کے لئے کوئی شرط مقرر نہیں کی ہے کہ اس کے بغیر ہم کسی کو امیر نہ بنائیں، ہم میں جو اہل تر ہو اس کو امیر منتخب کر سکتے ہیں۔

۳:۔۔۔ مرکز کے خط میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہاں کے لئے ایک مستقل امیر ہوگا اور اسی کی بیعت ہوگی۔ (مرکز کے خط کا وہ حصہ پڑھا گیا جس میں اس مسئلہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے)

۴:۔۔۔ بحالاتِ موجودہ جو خطرات درپیش ہیں ان کی بنا پر ہم کو اپنا نظم علیحدہ ہی کرنا چاہیئے اور یہ کام قیم انجام نہیں دے سکتا بلکہ اس کے لئے ایک امیر اور شوریٰ کی ضرورت ہے۔ ایسے حالات پیش آ سکتے ہیں کہ مرکز سے خط و کتابت بھی دشوار ہو جائے۔ ان حالات میں اگر آپ کا نظم جماعت قائم نہیں ہوتا یا

بھونڈی شکل میں قائم ہوتا ہے تو ہم کوئی کام نہیں کر سکیں گے۔

★ الٰہ آباد کے پچھلے اجتماع میں ہم یہ طے کر چکے تھے کہ ابواللیث صاحب مولانا مودودی صاحب سے اس معاملہ میں خط و کتابت کریں، اب جب کہ مودودی صاحب کی اجازت آ چکی ہے اور ان کے خیالات معلوم ہو چکے ہیں تو اس پر بحث کی ضرورت نہیں۔

★ مدراس کی تقریر ہی میں مولانا مودودی نے یہ بتلا دیا ہے کہ ہم کو نظم علیحدہ کرنا پڑے گا۔ ایک اطاعت دنیا میں جبھی ہو سکتی ہے جب اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔ جب یہ چیز نہیں ہے تو ہمارا دوسرا امیر بھی ہو سکتا ہے۔

قرارِداد

ان سب گفتگوؤں کے بعد باتفاقِ آرار طے پایا:

"انڈین یونین" کی جماعت اسلامی کا نظم پاکستان کی جماعتِ اسلامی کے نظم سے فوراً الگ کر لیا جائے۔ اور یہاں کے لیے ایک مستقل امیر کا انتخاب کیا جائے۔

طے کیا گیا کہ انتخابِ امیر پہلے کر لیا جائے اور دوسرے مسائل بعد کو لیے جائیں"

انتخابِ امیر

انتخابِ امیر کے مسئلہ پر اجتماع میں جو بات چیت ہوئی تھی، اس کی پوری تفصیل رودادِ اجتماع میں محفوظ ہے۔

امارت کے لیے جن حضرات کے نام پیش ہوئے تھے، ان کے بارے میں

اس موقع پر بہت آزادانہ اظہارِ خیال ہوا ہے جس میں یک گونہ تنقید اور نکتہ چینی کا رنگ بھی بہت نمایاں ہے اس لئے اسے یہاں نقل کرنا مجھے کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

اس گفتگو کی ایک قابلِ ذکر بات یہ بھی ہے کہ اس کا بالآخر نتیجہ امارت کے لئے مجھ ناچیز کے انتخاب کی شکل میں برآمد ہوا تھا۔ اور ظاہر ہے، یہ نتیجہ اس کے بعد اور ایک طرح سے اس کے تتمہ کے طور پر برآمد ہوا تھا کہ بہت سے حضرات نے میرے اپنے خیال کے مطابق اپنے غایت حسنِ ظن کی بنا پر بہت مبالغہ آمیز انداز میں میری تعریف اور توصیف کر ڈالی تھی۔

ایسی باتوں کو نقل کرنا بھی مجھے کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ یہ اپنی خودستائی یا اپنی اہمیّت جتلانے کے مترادف ایک بات ہوگی اور یہ طبعاً مجھے پسند نہیں ہے۔

ان سب باتوں کے پیش نظر مجھے زیادہ مناسب معلوم ہو رہا ہے کہ انتخابِ امیر کے بارے میں جو مختصر رپورٹ مرکز بھیجی گئی تھی، اسے پڑھ لینے ہی پر اکتفا کیا جائے۔ اس سے بھی اس بات چیت کے بارے میں بقدرِ ضرورت معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

یہ روداد آگے آرہی ہے۔

مرکز کا انتخاب

ایجنڈا کے مطابق امارت کے انتخاب کے بعد مرکز کا بھی انتخاب کرنا تھا۔ اس مسئلہ پر جو کچھ گفتگو ہوئی ہے اس کی روداد بھی مرکز بھیجی جانے والی رپورٹ میں درج ہے جو آگے آنے والی ہے۔ اور اس رپورٹ میں منشی ہدایت علی صاحب (ملیح آباد) کی پیش کش کا بھی تفصیلی تذکرہ ہے۔ البتہ اس رپورٹ میں کچھ دیگر قابلِ ذکر باتوں کا ذکر

نہیں آسکا ہے۔ ذیل میں وہ مختصراً درج کی جارہی ہیں۔

عبدُالحیّ صاحب رامپور: ہدایت علی صاحب کی پیشکش اچھی ہے لیکن ابھی مرکز بنانا ہمارے اپنے مفاد کے خلاف ہے۔

اگر دو تین سال کے بعد مرکز بنایا جائے تو بہتر ہے۔ فی الحال مکان کرایہ پر لے کر اسے مرکز کی شکل دے دی جائے۔ رام پور بھی اپنی مختلف خصوصیات کی بنا پر مرکز کے قیام کے لئے ایک مناسب جگہ ہوسکتی ہے۔ لیکن زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ امیر اور شوریٰ کے لوگ ۴۔۵ مقامات کا دورہ کریں اور پھر اس بارے میں کوئی آخری فیصلہ کریں۔

مُحمّد رضوان صاحب: الہ آباد اور بالخصوص ہروآرہ کو میں مناسب سمجھتا ہوں۔ وسط میں ہے، گاڑیوں سے کنکشن بھی ہے، رفقاء کو آنے جانے میں سہولت ہوگی۔

حکیم خالد صاحب: جہاں تک عارضی مرکز کا تعلّق ہے، اگر ان شرائط کے تحت غور کیا جائے جو آپ کے سامنے ہیں، تو بہتر ہوگا۔ الہ آباد کی مرکزی حیثیت ظاہر ہے، میرا خیال ہے کہ سڑک کے کنارے زمین قیمتاً مل جائے گی۔

محمّد شفیع صاحب میرٹھ: اگر مستقل طور پر آپ فیصلہ کریں کہ آپ کسی جگہ مرکز بنالیں تو ملیح آباد کی جگہ مل رہی ہے، وہ بہتر ہے۔ پھر عارضی مرکز کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور نہ مناسب۔

حسنین سیّد صاحب: میرا خیال تھا کہ سرائے میر کے مدرسہ کو باضابطہ اور قانونی طور پر لے کر مرکز بنالیا جائے۔ لیکن سرائے میر کے حضرات سے معلوم ہوا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ ملیح آباد کی پیشکش قبول کرلی جائے اور امیرِ جماعت مع دیگر لوگوں کے وہاں منتقل ہوجائیں اور آہستہ آہستہ اس کی توسیع کرلی جائے۔

ابُوُاللّیْث : ـــــ یہ مناسب ہے کہ امیرِ جماعت اور ارکانِ شوریٰ مختلف مقامات کو دیکھ کر اور مختلف باتوں پر غور کرنے کے بعد مرکز کا انتخاب کریں لیکن ابھی امارت کا مسئلہ پوری طرح سے طے نہیں ہوا ہے اور نہ جلد ارکانِ شوریٰ منتخب ہوسکیں گے اس لئے ایک کمیٹی بنالی جائے جو اس کام کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد اپنی رپورٹ امیر اور شوریٰ کے سامنے پیش کرے۔

یُوسُف صِدّیقی صَاحَب : فی الحال ہم کام چلانے کے لئے کوئی عارضی جگہ منتخب کرلے سکتے ہیں۔ جہاں امیرِ منتخب منتقل ہو جائیں اور اس کے بعد ہم کمیٹی کے ذریعہ مرکز کے معاملات پر غور کریں گے۔

ابُوُاللّیْث : ابھی انتخابِ امیر کا مسئلہ طے شدہ نہیں ہے۔ اس لئے منتقلی کا کوئی سوال سر دست پیدا نہیں ہوتا، میں تو ابھی اپنے عذرات امیرِ جماعت کے سامنے پیش کروں گا۔ لیکن بہر حال، اگر میرے ہی اوپر یہ کام ڈالا گیا تو مجھ کو ابھی مدرسہ سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے کئی مہینوں کا وقت درکار ہے، یہ سال کا آخر ہے ـــــ اور اس وقت میری علیٰحدگی مدرسہ کے لئے مضر ہوگی۔ اور شاید مدرسہ کے لوگ اس پر راضی نہیں ہوسکیں گے۔

جَلیلُ الدّینْ صَاحَب : مستقل مرکز کے مسئلہ پر بھی کمیٹی کے ذریعہ غور کرنا مناسب ہے

ابُوُاللّیْث : فی الحال پیشکش قبول کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر بعد کو کسی مرحلہ پر اس پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت پیش آئی تو یہ ہر وقت ممکن ہے۔ امیر اور مجلسِ شوریٰ کو ہر وقت اس کا پورا حق حاصل ہے۔

ان سب گفتگوؤں کے بعد طے پایا کہ :

۱: ہدایت علی صاحب کی پیشکش قبول کرلی جائے۔

۲: ایک کمیٹی اس لئے منتخب کی جاتی ہے کہ وہ اس زمین کو جماعت کے نام

منتقل کرنے کے لئے ضروری قانونی کارروائی کے سلسلہ میں اپنے مشورے پیش کرے۔

ارکان کمیٹی کے نام یہ ہیں: (۱) چودھری محمد شفیع صاحب (۲) حافظ رشید الحسن صاحب (۳) محمد یوسف صاحب۔ چودھری شفیع صاحب کمیٹی کے کنوینر ہوں گے[1]

۳:— ہدایت علی صاحب کی پیشکش کو جماعت اسلامی کے مرکز کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔

۴:— امیر جماعت سے متعلقہ جملہ فرائض کو مودودی صاحب کی منظوری حاصل ہو جانے کے بعد منتخب امیر سرائے میر یا جہاں سے مناسب سمجھیں، شروع کر سکتے ہیں

یہ بھی طے پایا کہ بیت المال' اور دارالاشاعت۔ دونوں مرکز ہی کی طرف منتقل ہونے چاہئیں۔ تاریخِ انتقال کا فیصلہ مرکز سے منظوری کے بعد انڈین یونین کا امیر بمشورۂ شوریٰ کرے گا۔

بَیتُ المَال کو تَرَقی دینے کے سِلسِلہ میں مشورے

حسنین سید صاحب: مکتبہ کو بہت مضبوط بنایا جائے۔ اس سے بیتُ المال کی مالی حالت

---

[1] اس کمیٹی نے کیا رپورٹ اور مشورے پیش کئے تھے، وہ بروقت دستیاب نہیں ہو سکے لیکن کچھ ایسا یاد پڑتا ہے کہ کمیٹی نے مرکز کو جلد (مدرسۃ الاصلاح سے) ملیح آباد منتقل کر دینے کے حق میں مشورہ دیا تھا جس کے مطابق عمل درآمد ہوا۔ لیکن جیسا کہ آگے آرہا ہے، جلد ہی اس فیصلہ پر نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اور مرکز رام پور منتقل کیا گیا۔ اور یہ منتقلی بتدریج عمل میں آئی۔ پہلے درس گاہ کو منتقل کیا گیا۔ اور مکتبہ اور مرکز کی منتقلی اس کے بعد زیرِ عمل آئی۔

٭ ٭ ٭

بہت بہتر ہو سکتی ہے۔

حکیم خالد صاحب: رفقاءِ جماعت جن کے پاس فاضل روپیہ ہو، مخصوص مدت تک کے لئے روپیہ مکتبہ کو قرض دے دیں اور اس سے کام کو ترقی دی جائے۔

حافظ رشید الحسن صاحب: جماعت کی طرف سے اس طرح کا ایک شعبہ کھولا جا سکتا ہے کہ لوگ اپنی رقمیں مرکز میں بطور امانت جمع کیا کریں اور جماعت ان رقموں سے فائدہ اٹھائے۔

جلیل الدین صاحب: اس کی بڑی ضرورت ہے۔ موجودہ بینکوں سے کام نہیں لے سکتے۔ اور حفاظت کا مسئلہ اہم ہے۔ اس لئے اس کا انتظام کیا جائے۔

ابو اللیث: موجودہ غیر اسلامی بینکوں کے مفاسد سے بچنے کے لئے اسلامی بینک کا قیام ضروری معلوم ہوتا ہے، فی الحال مرکز کی طرف سے اس کا انتظام مشکل ہے۔ لوگ اپنی رقموں کی حفاظت کا مسئلہ اپنے طور سے حل کریں۔ مرکز اپنے ذمہ یہ کام نہیں لے سکتا۔ البتہ اگر مرکز کو ضرورت ہوگی تو وہ اپنے طور سے ارکان سے قرض کا معاملہ طے کر سکتا ہے، لیکن یہ اس کی ضرورت اور مرضی پر موقوف ہے کوئی عام قاعدہ اس ضمن میں نہیں بنایا جا سکتا۔

جماعت کے آرگن کا مسئلہ

ایجنڈا میں اس مسئلہ پر غور کرنا بھی شامل تھا، طے کیا گیا کہ اس وقت جماعت کی طرف سے کسی آرگن کے جاری کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ لہٰذا فی الحال یہ معاملہ ملتوی کیا جائے۔

۱۷ اپریل، ۳ بجے سہ پہر کے بعد کی کارروائی

ابُواللّیث: حافظ امام الدین صاحب کا مفصّل خط پڑھ کر سنایا جا چکا ہے اور انکے خیالات سب کے علم میں آچکے ہیں۔ ان کی روشنی میں ان کے مسئلہ پر غور کرنیکی ضرورت ہے۔ اجتماع میں آنے سے پہلے میں نے ان سے بات چیت کی تھی، وہ ابھی اپنے انہی خیالات پر قائم ہیں۔ البتّہ قیم کے فرائض سے وہ سبکدوشی حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور رکنیت کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مولانا مودودی صاحب کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں، وہ بنارس کے امیر بھی ہیں۔ اور یہ سوال قابلِ غور ہے کہ ان کی پوزیشن امارت کے سلسلہ میں کیا ہوگی۔

امامُ الدّین صاحب: قیم اور امیر کا انتظام نیا کر دیا جائے تو بہتر ہے۔

حکیمُ خالد صاحبُ: حافظ صاحب یہ بتلائیں کہ انھوں نے جماعت کے اصول و مقاصد کے خلاف لوگوں میں اپنے خیالات کی تبلیغ جو مختلف طریقوں سے کی ہے وہ کہاں تک درست اور حق بجانب ہے۔

مولانا جلیلُ احسنُ صاحبُ: یہ نجوئی میں داخل ہے۔

امامُ الدّین صاحبُ: میں نے جو کچھ کیا، اپنے خیال کے مطابق صحیح سمجھ کر کیا اور اس کو میں جماعت کے طریقۂ کار کے خلاف نہیں سمجھتا، یہ نجوئی نہیں تھا، اسے میں اپنے اوپر ناقابلِ برداشت تہمت سمجھتا ہوں۔

حکیم خالد صاحبُ: اس قسم کی باتیں ایک ذمّہ دار شخص کو ذمّہ دار لوگوں ہی کے سامنے پیش کرنی چاہئیں۔

امامُ الدّین صاحبُ: مرکز کے خط میں ہدایت تھی کہ حالات کے مطابق کام کیا جائے اور اگر حالات زیادہ ناسازگار ہوں تو کوئی کام بھی نہ کیا جائے۔ میں نے اپنا ایمان

اور دیانت کی بنا پر یہی سمجھا کہ ایسے ہی کرنا چاہیئے۔ میں نے بالکل صحیح کیا تھا اور مجھے اس کا حق تھا۔

ابوُاللّیثؒ: یہ مسائل اجتماعِ بنارس کے موقع پر زیرِ بحث آئے تھے، اور وہاں صاف صاف یہ کہہ دیا گیا تھا کہ ہم اپنے مسلک اور طریقۂ کار سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں پھر خطوط مرکز سے آئے ہیں ان میں صاف تحریر ہے کہ اس طرح کی ہدایت مرکزی طرف سے کسی کو نہیں دی گئی ہے اور بالفرض اگر دی گئی ہو تو اسے منسوخ سمجھا جائے۔ آخری خط جو خود امیر جماعت کے الفاظ میں ہے، اس میں تو بہت وضاحت کے ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ اس طرح کے خیالات کے ساتھ کوئی ہماری جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ (یہ تمام خطوط پڑھ کر سنائے گئے۔)

مرکز کی ہدایت کے مطابق میں نے حافظ صاحب کو خط لکھ دیا تھا کہ وہ جس ہدایت کا حوالہ دے رہے ہیں اسے اپنے ساتھ اجتماع میں لیتے آئیں تاکہ ہم بھی دیکھ سکیں معلوم نہیں، حافظ صاحب وہ خط لے آئے ہیں یا نہیں۔

حافظ صاحب: مرکز نے لکھا تھا کہ جس حد تک کام کر سکتے ہو، کرو ورنہ کام ملتوی کردو۔ میرے پاس وہ خط نہیں ہے لیکن ماسٹر جعفر صاحب کے پاس شاید اس کی نقل ہو۔ اس میں اس مفہوم کا فقرہ ملے گا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ میں نے خط کو سمجھنے میں غلطی کی ہو۔

یوُسف صاحب: مرکز کے خطوط سننے کے بعد اب آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوُاللّیثؒ: ——— میرے خیال میں حافظ صاحب کی نیّت بری نہیں تھی، البتّہ ہدایات کے سمجھنے میں ان سے غلطی ضرور ہوئی ہے۔ اس لئے جو کچھ ہو چکا ہے، اب اس پر زیادہ بحث نہ کی جائے۔ البتّہ آئندہ کے بارے میں حافظ صاحب سے دریافت کر لیا جائے کہ اب وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے رفقاء کو بھی یہ بات ذہن نشیں رکھنی چاہیئے کہ مرکز کی ہدایت کی رو سے ہم مقاصد اور اصول کو بدلنے کے

مجاز نہیں ہیں۔ آئندہ ہمارے رفقار کو اس کا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے۔
حافظ صاحب: اس وقت آپ تو مجھ کو ہمدرد ہی سمجھیں۔

اس کے بعد طے پایا کہ آئندہ سے حافظ صاحب حلقۂ بنارس کے قیّم اور مقامی جماعت کے امیر نہیں رہ سکیں گے۔ اس لئے بنارس کے رفقار اپنا نیا امیر منتخب کرلیں اور قیّم کا انتخاب بھی کرلیا جائے

عبید اللہ صاحب، بنارس: چوں کہ بنارس کے سب رفقار یہاں موجود نہیں ہیں اس لئے ہم امارت کے معاملہ کو پھر طے کریں گے۔ فی الحال محمد رضوان صاحب جو نائب امیر ہیں، امیر سمجھے جائیں، بعد کو انتخاب ہو جائے گا۔ اور امیرِ جماعت سے منظوری لے لیں گے۔

محمّد رضوان صاحب: یہاں پر موجود بنارس کے رفقار مولوی صدر الدین صاحب کو قیّم حلقہ کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ طے پایا کہ انتخابِ قیّم کے معاملہ کو فی الحال ملتوی رکھا جائے اور دوسرے مقامات سے مشورہ کر کے قیّمِ حلقۂ بنارس کا انتخاب بعد میں عمل میں لایا جائے۔

جمعیۃ الطلبہ: جمعیۃ الطلبہ کا معاملہ بھی فی الحال ملتوی کر دیا گیا۔ طے پایا کہ طلبہ کو فی الحال جماعت کی طرف براہِ راست دعوت دی جائے۔ اور اگر ان میں رکن بنائے جانے کے قابل افراد مل سکیں تو ان کو رکن بھی بنایا جا سکتا ہے اس سلسلہ میں کوئی آئینی رکاوٹ نہیں ہے اور مرکز کا تعامل بھی اس کے مطابق ہے۔ مدرسۃ الاصلاح کے متعدد طلبہ مرکز کی منظوری سے رکن بنائے گئے۔

حیدرآباد کا نظمِ جماعت

یونس صاحب حیدرآباد کا ایک خط پڑھا گیا جس میں انھوں نے تحریر کیا تھا کہ "ہماری جماعت کی خاص صورت حال کی وجہ سے اس کو اس انتظام سے علیحدہ رکھا جائے۔"

طے ہوا کہ اس معاملہ کا فیصلہ کرنا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔ مرکز کو یونس صاحب کی اس خواہش سے مطلع کرکے امیرِ جماعت کی ہدایت اس معاملہ میں حاصل کرلی جائے۔

ہندی شعبہ

ابُوا للیث: ہندی کا ترجمہ ہمارے کام کا ایک اہم شعبہ ہے اور اب جبکہ حافظ امام الدین صاحب کا تعلق ہماری جماعت سے باقی نہیں رہا، ہم کو اس مسئلہ پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آئندہ یہ کام کس کے سپرد کیا جائے، میرا خیال ہے کہ حافظ صاحب اب بھی اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔ لیکن اس شعبہ کی ذمہ داری بہر حال کسی رکنِ جماعت سے متعلق کی جانی ضروری ہے۔
حافظ صاحب: میں ہندی ترجمہ کے سلسلہ میں مدد دینے کے لئے تیار ہوں اور جو ترجمے اب تک ہو چکے ہیں وہ بھی جماعت کو دے دوں گا۔

طے پایا کہ حافظ صاحب بنارس کے نئے امیر کو کتابیں اور اپنے شعبہ کا چارج دے دیں گے۔ اور ہندی ترجمہ کا کام افضل صاحب انجام دیں اور طباعت وغیرہ کے کام میں مولوی زکریا صاحب سے مدد لی جائے۔

قیّمین اور شرکارِ اجتماع کی رپورٹیں

اجتماع میں قیمینِ حلقہ اور دیگر شرکار نے اپنے اپنے حلقہ کی تفصیلی رپورٹیں بھی پیش کی تھیں جو بہت تفصیل سے رودادِ اجتماع میں درج ہیں۔ ان رپورٹوں کے مطالعہ سے اس زمانہ کے مختلف حلقوں اور علاقوں کے حالات سمجھنے میں کافی مدد مل سکتی ہے، اس لئے اسے آخیر میں بطورِ ضمیمہ ۳ درج کیا جارہا ہے۔

مرکز کو رپورٹ: اجتماع کے اختتام سے کچھ پہلے میں نے شرکار کو توجہ دلائی کہ اجتماع کی کارروائی مرکز بھیجی جانی ضروری ہے اور خوش قسمتی سے صدرِ جلسہ جناب یوسف صدّیقی صاحب خود مرکز تشریف لے جانے والے ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ ان کی وساطت سے یہ کارروائی مرکز روانہ کردی جائے۔

طے ہوا کہ رپورٹ یوسف صدیقی صاحب مرکز لے جائیں گے اور یہاں کی روداد سے مولانا مودودی کو زبانی واقف کردیں گے۔

مصارفِ اجتماع: مصارفِ اجتماع کے سلسلہ میں میں نے شرکارِ اجتماع کو مطلع کیا کہ حکیم خالد صاحب کے اندازے کے مطابق تقریباً ساڑھے تین سو روپے (۳۵۰) صرف ہوں گے اور اپیل کی کہ رفقارِ الہ آباد پر اس سے پہلے اجتماع کا بھی خاصا بار پڑچکا ہے۔ اس لئے ہم سب کو اس میں حصہ لینا چاہیے۔

اس اپیل پر حسبِ ذیل رقمیں وصول ہوئیں اور خالد صاحب کے حوالہ کردی گئیں۔

بنارس	-/۲۵	بمبئی	-/۲۵
رام پور	-/۲۰	موضع سیدھا (اعظم گڑھ)	-/۱۵
ٹونک	-/۵۰	سرائے میر	-/۱۰
بارہ بنکی	-/۲۰	بریلی	-/۱۰
کان پور	-/۵۰	لوٹنک	-/۲۵
بگھرا	-/۵	بریلی	-/۱۰
کلکتہ	-/۵	دربھنگہ، پٹنہ	-/۲۵
علی گڈھ۔	-/۵	جماعت الٰہ آباد	-/۵۰
شاہ جہاں پور	-/۲۰		
گورکھپور	-/۶	میزان	-/۳۷۶

شرکار کی تعداد اور مدتِ قیام کو دیکھتے ہوئے تفصیلِ بالا سے اس زمانہ میں اشیاءِ خورد و نوش کی ارزانی اور ساتھ ہی منتظمین کے حسنِ انتظام اور کفایت شعاری کا بھی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ آخری بات ہمارے لئے خاص طور سے قابلِ توجہ ہے۔

صدرِ جلسہ کا خطاب

صدرِ جلسہ جناب یوسف صدیقی صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں حمد وثنا کے بعد فرمایا:

"چند باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں"۔

جس کام کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں اور جو فیصلے ہم نے کئے ہیں، میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اتنے اہم فیصلے اتنی کمزور جماعت نے کم ہی کئے ہوں گے، خدا کا کام سمجھ کر اور بڑی شخصیتوں سے الگ ہو کر ہم نے اس کام کی ہمّت کی ہے، بدلتے ہوئے حالات میں ہماری کمزوریاں کوئی تعجب کی بات نہیں ہیں۔ ہم اپنے اصل سرچشمہ سے تعلّق منقطع کر رہے ہیں، لیکن جب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے تو ہم کو اپنی ذمّہ داریوں کا احساس ہونا چاہیئے۔ ہم اس کام کا بیڑا اٹھا رہے ہیں جو انبیاء کا کام ہے۔ اس کی عظمت کا ہمیں پورا پورا احساس ہونا چاہیئے۔ میں محسوس کر رہا ہوں، ہمارے کام میں سُستی اور ڈھیل ہے اور ہم میں اپنی ذمّہ داریوں کا پورا احساس نہیں ہے۔ بمبئی کی کمیونسٹ پارٹی کی جب تلاشی ہوئی تو دو دو جوڑے کپڑوں کے علاوہ اور کچھ کسی کے پاس نہیں نکلا۔ جو لوگ حق کی راہ میں اٹھے ہیں، ان کو باطل کے علمبرداروں سے بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیئے۔ لیکن ہم ان سے بہت پیچھے ہیں۔ حالانکہ ہم کو ان ہی سے مقابلہ کرنا ہے۔

اتفاق کا جذبہ بھی ہمارے ارکان میں بہت کم ہے، اگر ہم نے اپنے کام کے سلسلہ میں اپنی ذمّہ داری کو ٹھیک طور سے محسوس کیا تو ہم اپنے سرچشمہ کے لوگوں کے کاموں کو بھی نقصان پہنچائیں گے۔ انکے کاموں سے ہم کو یہاں کوئی نقصان

لاحق نہ ہوگا، بلکہ ہم کو فائدہ ہی ہوگا۔ آپ اگر یہاں کی آبادی کو مطمئن کرسکیں کہ آپ کیا کام کرنا چاہتے ہیں، اور وہ ملک کے لئے کس درجہ مفید ہے تو فضا بدل سکتی ہے اور آپ کے خلاف تعصّبات کا بھی خاتمہ ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ درمیانی دور میں ہمکو تکالیف پہنچیں لیکن مصائب و مشکلات کے لئے ہم کو تیار رہنا چاہیئے۔ اور ان کے تعلق سے ہم کو کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔

ہمارے قیمّ صاحبان کا ذاتی تعلق جماعتوں سے کم ہے۔ اگر ہم اپنے کاموں کو درست کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو ان تک پہنچنا چاہیئے۔

ایک سوال اس سلسلہ میں مالیات کا بھی ہے۔ جن لوگوں سے کام لینا ہے ان کی ہمیں کفالت کرنی ہے، مالی حالت اور نظم کی طرف ہم کو توجّہ دینا چاہیئے"۔

اظہارِ تشکّر

صدر جلسہ کی اختتامی تقریر کے بعد میں نے اپنی ایک مختصر تقریر میں عرض کیا کہ:۔

اب اجتماع ختم ہورہا ہے، جس خوش اسلوبی سے ہم نے اہم فیصلے کئے ہیں اس سے خوشی بھی ہے اور حیرت بھی۔ ان فیصلوں سے پہلے مجھے ازخود محسوس ہورہا تھا کہ کہیں ہمارے کام اُلجھ نہ جائیں۔ لیکن اللہ کے فضل اور آپ حضرات کے خلوص نے کام کو سنبھال دیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں معرضِ امتحان میں ڈالا ہے، وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم کہاں تک اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اگر ہم نے کوتاہی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ یقیناً ہم سے بازپُرس کرے گا۔

میری حیثیت یہ نہیں ہے کہ میں آپ لوگوں کو ہدایات دوں، پھر دوسرے آپ حضرات تھکے ہوئے بھی ہیں اور اس وقت تک آپ کے ذہنوں پر کافی بوجھ پڑچکا ہے، اس لئے صرف چند باتیں اختصار کے ساتھ عرض کرنی چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے ہم اپنی ذات کی اصلاح کی فکر کریں، ہم آزاد اور خود مختار نہیں ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اور اس کے بندے ہیں، اور وہی ہمارا حقیقی فرماں روا ہے ہماری کامیابی زیادہ سے زیادہ اس سے تعلق قائم کرنے میں مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے اس رشتہ کو ہم زیادہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم بنائیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے ہم اپنے کو ہر پہلو سے مکمل بنالیں اور پھر دوسروں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) کے ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک طرح سے وسوسۂ شیطانی ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اپنی اصلاح سے پہلے دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنا بہر حال ایک بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہیئے کہ ہم صرف اس کے ہی پابند نہیں ہیں کہ اپنے کو خرابیوں سے محفوظ کرلیں بلکہ دوسروں کی اصلاح کے سلسلہ میں بھی ہم پر بہت کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اَمرُ بالمعرُوفِ وَنھیُ عَنِ المُنکر ہمارا منصبی فریضہ ہے، عام مسلمانوں میں اپنی انفرادی حیثیت میں بہت سے اچھے لوگ موجود ہیں، لیکن اُمّتِ مسلمہ بحیثیتِ مجموعی اپنا منصبی فریضہ ادا کرنے میں بہت کوتاہ ہے، امتوں کے عروج وزوال کا سبب اجتماعی فرائض سے غفلت ہی سے وابستہ ہے اپنی ذاتی اصلاح کے ساتھ اس دوسرے فرض کی طرف بھی توجّہ کیجیے۔

ہماری راہ میں بہت سی مشکلات اور موانع حائل ہیں۔ ہم خطرات کو دعوت تو نہیں دیتے۔ ہم کو بہر حال، اس سے پناہ ہی مانگنی چاہیئے اور خاص کر ایسے خطرات سے جن کا مقابلہ ہم نہ کرسکیں، لیکن جب آپ نے دین کی راہ میں چلنے کا فیصلہ کیا ہے تو خطرات کے مقابلہ کے لئے بھی اپنے کو تیار رکھنا چاہیئے۔ خطرات میں ثابت قدم رہ کر ہی ہم کامیابی اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرسکتے ہیں، اللہ کی سُنّتِ جاریہ یہی ہے ــــــ آزمائشوں میں ثابت قدم رہ کر ہی فوز و کامرانی

حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن بے اصل و بے بنیاد خیالات و توہمات سے اپنے عزم و ارادہ میں کمزوری نہ آنے دیں۔ اس وقت آپ کو اپنے کام کے سلسلہ میں بہت کچھ سہولتیں بھی میسّر آگئی ہیں۔ بہت سے لوگ جو آپ کے کام میں رکاوٹ پیدا کر رہے تھے، ان کا زور ختم ہو گیا ہے اور اب وہی لوگ ہماری باتیں سننے کے لئے آمادہ ہیں ایسے موقع سے فائدہ نہ اٹھانا غفلت ہوگی۔ ایسے مواقع قدرت کی طرف سے کم ہی میسّر آتے ہیں۔ اگر ہم مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کا فرض انجام نہ دے سکے تو اسکے لیے ہمیں عنداللہ جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ضرورت ہے کہ اپنی صلاحیتوں سے کام لیں اور لوگوں کے سامنے اپنا نصب العین واضح کریں۔

داعیِ جلسہ ہونے کی وجہ سے میں آپ سب حضرات کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خاص طور سے ان لوگوں کا جو دور دراز مقامات سے سفر کر کے آئے ہیں، یوں دور دراز کا سفر بھی ایک معمولی بات ہے۔ لیکن آج کل کے حالات میں یہ بہت آسان چیز نہیں ہے اور میرا یہ اظہارِ تشکر کوئی رسمی چیز نہیں ہے ہم کوئی رسم قائم کرنا نہیں چاہتے بلکہ یہ میرے دلی جذبات و احساسات کا اظہار ہے۔ میں مولانا ضیاء النبی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ دعاء فرمائیں اور ہم سب آمین کہیں وَالحمدُ للہِ رَبِّ العَالمین۔ اس کے بعد مولانا ضیاء النبی صاحب نے بہت تضرّع اور خشیت کے ساتھ دعا فرمائی۔ حاضرین بار بار آمین کہتے رہے اور اس دعاء پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

"انتخابِ امیر" اور "منشی ہدایت علی صاحب کی پیشکش" پر مشتمل مرکز بھیجی جانے والی جس مختصر رپورٹ کا پہلے تذکرہ آچکا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:۔

مرکز کی ہدایت کے مطابق ہندوستان میں آئندہ نظم جماعت کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے ارکانِ شوریٰ (ہند)، قیمین اور خاص خاص اہل الرّائے حضرات کا ایک نمائندہ اجتماع ۱۶/اپریل ۱۹۴۸ء کو الٰہ آباد میں منعقد ہوا۔ یوپی، بہار، ٹونک، بھوپال، اور مالابار وغیرہ کے تقریباً ۴۱-۴۲ ارکان شریک اجتماع ہوئے۔ حیدرآباد اور مدراس کے ارکان، جیسا کہ انھوں نے اپنے خطوط میں تحریر فرمایا ہے، سفر کے پرخطر ہونے کی بنا پر شریکِ اجتماع نہیں ہو سکے، مولوی عبدالتواب صاحب نے بھی اپنی بعض خانگی مجبوریوں کی بنا پر شرکت سے معذرت ظاہر کی۔

پہلا اجتماع حسبِ اعلان ۱۶/اپریل کو ۸ بجے صبح سے شروع ہوا۔ مولوی ابواللیث صاحب نے داعیِ جلسہ ہونے کی حیثیت سے ایک مختصر تقریر کی جس میں اس اجتماع کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی اور جناب یوسف صاحب صدیقی رکن مجلسِ شوریٰ کا نام اجتماع کی صدارت کے لئے پیش کیا جس کی تمام ارکان نے تائید کی۔

ایجنڈا حسبِ ذیل امور پر مشتمل تھا۔

۱:۔ انڈین یونین کے لئے مستقل امیر کا انتخاب۔

۲:۔ مرکز کا انتخاب۔

۳:۔ دارالاشاعت اور بیت المال کا انتظام۔

۴:۔ جماعت کے لئے ایک آرگن کی ضرورت۔

ایجنڈے کے پہلے مسئلہ پر غور کرتے وقت بعض اراکین نے مرکز سے علیحدگی کی مخالفت کی اور اس کے استدلال میں مرکز کا ایک خط پیش فرمایا کہ مرکز اس طرح کی علیحدگی کو پسند نہیں کرتا، لیکن ابواللیث صاحب نے مرکز سے جو خط و کتابت کی ہے اس کی روشنی میں ان کے اس خیال کی کسی نے تائید نہیں کی۔ ان کا ایک

اور استدلال یہ بھی تھا کہ ہم میں علیحدہ کام سنبھالنے کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی خاص ضرورت ہے۔ لیکن حاضرین کا نقطۂ نظریہ تھا کہ ضرورت بہرحال ہے۔ اس لئے ہمیں اپنا نظام الگ کرنا اور اپنے میں سے اہل تر کو اس کے لئے منتخب کرنا ضروری ہے۔

بالآخر تمام ارکان اور خود معترض صاحب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ:

ا:۔ انڈین یونین کی جماعتِ اسلامی کا نظم پاکستان کی جماعتِ اسلامی کے نظم سے فوراً الگ کرلیا جائے۔ اور یہاں کے لئے ایک مستقل امیر کا انتخاب کیا جائے۔ بعض اراکین علیٰحدگی کے مؤید تھے لیکن ان کو مستقل کے لفظ پر اعتراض تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں کے امیر کی حیثیت نائب امیر کی ہونی چاہیئے۔ لیکن خط وکتابت کی روشنی میں یہاں کے امیر کی حیثیت کی توضیح اور لفظِ مستقل کے معنیٰ کھول دیئے گئے تو ان کو بھی اطمینان ہوگیا۔

اس کے بعد پہلی نشست ختم ہوگئی۔

دوسری نشست شام کو تین بجے دوبارہ شروع ہوئی۔ اس میں انتخابِ امیر کا مسئلہ زیرِ بحث آیا۔ طریقِ انتخاب کے بارے میں پہلے یہ طے کیا گیا کہ شرکاءِ اجتماع اپنی رائیں الگ الگ پرچیوں پر تحریر فرمائیں جس سے اراکین کے اعتماد کی کیفیت کا بھی اندازہ ہو سکے گا۔ اور یہ تمام رائیں مرکز بھیج دی جائیں اور امیر جماعت ان میں سے کسی ایک کو امیر منتخب فرمادیں۔ لیکن پھر یہ تجویز قرار پائی کہ یہ طریقہ آخری چارۂ کار کے طور پر اختیار کیا جائے۔ اس سے پہلے باہم گفتگو کے ذریعہ کوشش کی جائے کہ کسی ایک آدمی پر سب کا اتفاق ہوجائے۔ چنانچہ اس تجویز کے مطابق مولانا اسمٰعیل صاحب، مولانا صدرالدین صاحب، اور مولانا اختر احسن صاحب کے نام یکے بعد دیگرے پیش ہوئے۔ لیکن بعض بعض اراکین نے خاص خاص

حلقوں سے ان ناموں کے پیش ہونے سے اختلاف کیا، بعدازیں مولانا ابواللّیث صاحب کا نام پیش ہوا۔ اور تھوڑی دیر میں بغیر کسی مخالفت کے تمام ارکان اس پر متفق ہوگئے۔ اس کے بعد ایک رکن نے تجویز پیش کی کہ مجھے ابواللّیث صاحب کے انتخاب سے اتفاق ہے۔ لیکن جناب یوسف صاحب صدّیقی کے متعلق بھی غور کرلیا جائے۔ اس پر بعض اراکین نے اظہار خیال کیا اور گفتگو اسی پر ختم ہوگئی۔ یہ سب کچھ ہوچکنے کے بعد حاضرین کی یہ خواہش ہوئی کہ یہ فیصلہ ضبطِ تحریر میں لے آیا جائے لیکن نمازِ عصر کا وقت ہوچکا تھا اور اس مسئلہ پر اور زیادہ غور و خوض مناسب معلوم ہوا اس لئے بعد کی نشست کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

بعد مغرب جب اجتماع منعقد ہوا تو اس وقت ابواللیث صاحب کی عدم موجودگی میں سوال کیا گیا کہ اگر ان کے انتخاب پر کسی کو اعتراض ہو تو پیش کرے لیکن اعتراض میں کوئی آواز بلند نہیں ہوئی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ابواللیث صاحب جلسہ میں آگئے اور انھوں نے اپنے عذرات اور معذوریاں تفصیل کے ساتھ بیان کیں لیکن حاضرین سب کچھ سننے کے بعد بھی اپنی رائے تبدیل کرنے پر راضی نہیں ہوئے۔ بالاخر ابواللیث صاحب نے تجویز پیش کی کہ اگر ایسا ہی ہے تو میرے نام کے ساتھ چند اور نام تجویز کئے جائیں اور ان کو مولانا مودودی صاحب کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی جائے کہ وہ اپنے ذاتی تجربات اور واقفیت کی روشنی میں ان میں سے کسی ایک نام کا انتخاب کرلیں۔ اور ہم سب اس کو منظور کرلیں لیکن اس تجویز کی بھی مخالفت کی گئی اور حسب ذیل قرار داد منظور کی گئی:

"جماعت نے بالاتفاق ابواللیث صاحب کو انڈین یونین کا امیرِ جماعت مقرّر کیا۔"

اس کے بعد مرکز کے مسئلہ پر غور و خوض شروع ہوا اور ابھی اس مسئلہ پر

بحث ہو ہی رہی تھی کہ نمازِ عشار کا وقت ہو گیا اور اجتماع دوسرے روز کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

دوسرے روز کی نشست میں مرکز کے مسئلہ پر دوبارہ غور شروع ہوا۔ اس ضمن میں کل اور آج کی نشستوں میں مختلف مقامات مثلاً الٰہ آباد، سرائے میر رامپور اور لکھنؤ وغیرہ کے نام مرکز کے لئے پیش ہوئے۔ لیکن بالآخر محمود نگر پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ محمود نگر میں ہدایت علی صاحب رکنِ جماعت کی بہت کافی زمین موجود ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مرکز اگر وہاں درس گاہ وغیرہ قائم کرے تو تقریباً ۱۱۶ بیگھہ زمین اور باغات مرکز کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن چوں کہ ابھی درس گاہ وغیرہ کا سوال زیرِ غور نہیں ہے اس لئے سرِ دست مرکز کے لئے انھوں نے حسبِ ذیل پیش کش کی:

۱:۔ ایک مکان زیرِ تعمیر واقع موضع محمود نگر پرگنہ تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ۔ یہ زمین اندازاً ۷۔۸ بسوے ہوگی۔

۲:۔ ایک قطعہ آراضی تقریباً تین بیگھہ پختہ واقع محمود نگر " " "۔

۳:۔ ایک قطعہ ایک بیگھہ سے زائد۔ " " "۔

نمبر ایک ۱ و دو ۲ کے درمیان دس بارہ گز کی سڑک حائل ہے۔

نمبر ۳۔ لکھنؤ، شاہ جہاں پور روڈ کے جنوب میں ہے۔

یہ قطعات لکھنؤ کے قریب دس میل اور ملیح آباد سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہیں، پختہ سڑک کے قریب ہیں، ایک قطعہ لبِ سڑک ہے۔ اسٹیشن تقریباً ایک میل پر ہے۔ عمارت مرکز کے کام آسکتی ہے۔ عمارت میں ایک تہ خانہ ۱۸×۱۲ فٹ کا ہے۔ اس تہ خانہ پر ایک ہال بھی ہے اتنا ہی بڑا، اس کے دونوں طرف دو سائڈ رومس (Side Rooms) ہیں جو ۱۷ اور ۱۸ فٹ لمبے ہیں، ان کے تین طرف ایک

ورانڈا ہوگا۔ ختم ہونے تک اس کی مالیت ۳۵، ۴۰ ہزار تک ہوگی۔

پیشکش کے الفاظ یہ ہیں:۔

۱:۔۔۔ میری نیت ان تینوں قطعات کے متعلق یہ ہے کہ یہ جماعتِ اسلامی کے مرکز کے کام میں آئے، میں بہر حال، ان تینوں قطعات کو جماعت کو پیش کرتا ہوں، ان سے جماعت جو چاہے کام لے۔

اس پیشکش کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد طے کیا گیا کہ:

۱:۔۔۔ ہدایت علی صاحب کی پیشکش قبول کرلی جائے۔

۲:۔۔۔ ایک کمیٹی جو چودھری محمد شفیع صاحب، حافظ رشید الحسن صاحب اور محمد یوسف صاحب الہٰ آبادی پر مشتمل ہو ۔۔۔ اس لئے منتخب کی جانی چاہئے کہ وہ اس زمین کو جماعت کے نام منتقل کرنے کے لئے ضروری اور قانونی کارروائی کے سلسلہ میں اپنے مشورے پیش کرے، چودھری صاحب اس کمیٹی کے داعی ہوں گے۔

۳:۔۔۔ ہدایت علی صاحب کی پیشکش کو جماعتِ اسلامی کے مرکز کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔

۴:۔۔۔ امیرِ جماعت سے متعلقہ جملہ فرائض کو مولانا مودودی صاحب کی منظوری حاصل ہونے کے بعد منتخب امیر سرائے میر یا جہاں سے وہ مناسب سمجھیں، عارضی طور پر شروع کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد ایجنڈے کی تیسری دفعہ پر گفتگو شروع ہوئی اور کسی اختلاف کے بغیر یہ طے پایا کہ:

بیتُ المال اور دارالاشاعت دونوں مرکز ہند کی طرف منتقل ہونے چاہئیں۔ تاریخِ انتقال کا فیصلہ مرکز سے منظوری کے بعد انڈین یونین کا امیر

بہ مشورۂ شوریٰ کرے گا۔

اس کے بعد صدیقی صاحب نے بیت المال کی موجودہ سقیم حالت کا تذکرہ کیا اور اس کو تقویت پہنچانے کی طرف حاضرین کو توجہ دلائی ـــــ اس ضمن میں بعض اراکین نے کچھ تجویزیں بھی پیش کیں جن پر غور کیا گیا۔

منصبِ امارت کے لئے انتخاب

اللہ کا شکر ہے، میں اپنی ذات کے متعلق کبھی بھی غلط فہمی میں نہیں بتلا ہوا اور نہ ہی اپنی صلاحیتوں کا اندازہ کرنے میں کبھی دھوکا کھایا ہے، اس لئے اجتماع الہ آباد میں امارت کے لئے اس ناچیز کے نام پر اتفاق کیا گیا تو میں غرقِ حیرت ہو کر رہ گیا اور اپنے حق میں اُسے ایک سانحۂ عظیم سمجھا، لیکن اس وقت ابھی امید کی یہ ایک کرن باقی تھی کہ انتخابِ امارت کے سلسلے میں جو رپورٹ مرکز بھیجی گئی ہے اور جس میں صراحۃً مذکور ہے کہ میں نے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اپنے عذرات اور معذوریاں تفصیل سے پیش کی تھیں وہ کم از کم مولانا مودودی کے نزدیک ضرور درخورِ اعتناء قرار پائیں گی اور وہ کچھ میری دادرسی کر سکیں گے لیکن افسوس کہ میری اپنی توقع کے بالکل برخلاف ٹھیک اسی وقت حکیم محمد خالد صاحب کا حسب ذیل خط مجھے دستیاب ہوا۔

باسمہٖ

الانصاف۔ ۷ چوک الہ آباد

۲۳ / اپریل ۱۹۴۸ء

مکرمی و محترمی ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کل مورخہ ۲۲ / اپریل امیر محترم سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کا ایک رجسٹرڈ لفافہ بذریعہ ہوائی ڈاک ملتان سے وصول ہوا۔ رجسٹرڈ

۱۰/اپریل ۱۹۴۸ء کو ملتان میں کرائی گئی تھی۔ مضمون حسبِ ذیل ہے:

"میں نے ہندوستان میں جماعت کے آئندہ نظام کے متعلق بہت غور کیا ہے۔ میری رائے میں ہندوستان میں جماعت کی امارت کے لئے مولانا ابواللیث صاحب موزوں ترین آدمی ہیں۔ ان کو یہ سہولت بھی ہوگی کہ ان کے پاس مولانا اختر احسن صاحب اور مولانا صدرالدین صاحب موجود ہیں۔ اور ان سے ہر وقت آسانی سے مشورہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ قریب میں چودھری محمد شفیع صاحب، بارہ بنکی والے، حکیم محمد خالد صاحب اور جناب محمد یوسف صاحب الٰہ آبادی بھی موجود ہیں جو بوقتِ ضرورت آسانی سے مشورہ کے لئے پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح سرائے میر ایک اچھا مرکز بن جائے گا۔

مذکورہ بالا حضرات میں سے چودھری محمد شفیع صاحب تو پہلے ہی سے مجلسِ شوریٰ کے رکن ہیں۔ باقی چار حضرات یعنی مولانا اختر احسن صاحب، مولانا صدرالدین صاحب، حکیم محمد خالد صاحب اور جناب محمد یوسف صاحب کو اب مجلسِ شوریٰ میں لے لیا جائے۔ اس طرح سے ہندوستان میں مجلسِ شوریٰ کے آٹھ ارکان ہوجائیں گے۔

(۱) مولانا اختر احسن صاحب، سرائے میر (۵) جناب محمد یوسف صدیقی صاحب۔ ٹونک
(۲) مولانا صدرالدین صاحب، سرائے میر (۶) جناب محمد خالد صاحب۔ الٰہ آباد
(۳) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب۔ مدراس (۷) چودھری محمد شفیع صاحب بارہ بنکی
(۴) مولوی محمد یونس صاحب۔ حیدرآباد دکن (۸) جناب محمد یوسف صاحب۔ الٰہ آباد

حیدرآباد کے مسئلہ کے متعلق ابھی وہاں کے ارکان سے مشورہ لے لیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو وہاں کا نظام بھی ہندوستان کے نظام سے الگ کر دیا جائے کیوں کہ بظاہر حالات اب وہاں کا نظام بھی ہندوستان کے ساتھ ملا کر چلانا مشکل ہو گا جو مناسب صورت معلوم ہو اختیار کر لی جائے ۔ — اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مدد اور رہنمائی فرمائے۔

میں اس وقت ملتان کے اجتماع کے سلسلہ میں یہاں آیا ہوں اور اسی جگہ سے یہ خط لکھ رہا ہوں۔

خاکسار

ابوالاعلےٰ

"بنام حکیم محمد خالد صاحب الٰہ آباد"

حکیم محمد خالد صاحب نے اپنے خط میں مزید تحریر فرمایا تھا:

جناب محمد یوسف صاحب صدیقی مئی کے پہلے ہفتہ سے قبل مرکز تشریف نہ لے جا سکیں گے اس لئے امیر محترم کو اجتماع کی کارروائی کا حال تب تک نہیں معلوم ہو سکتا۔ اب جبکہ امیر محترم تحریر فرما رہے ہیں کہ میری رائے میں "ہندوستان میں جماعت کی امارت کے لئے مولانا ابواللیث صاحب موزوں ترین آدمی ہیں" تو گویا امیر محترم نے مولانا ابواللیث صاحب کی امارت کی منظوری پیشگی ہی سے دے دی۔ لہٰذا موصوف کو اجتماع الٰہ آباد کی کارروائی کے سلسلہ کی منظوری کا انتظار کئے بغیر ہندوستان

کی امارت کی ذمہ داریوں کو سنبھال لینا چاہیئے۔ جہاں تک امارت کا تعلق ہے۔ تو اس کی منظوری تو ہو چکی، باقی بچی دوسری چیزیں جو اجتماع میں طے پائی ہیں، سو ان کے متعلق جناب محمد یوسف صدیقی صاحب مرکز جا کر گفت گو فرمالیں گے۔

اور اسی دوران میں خود مولانا مودودی صاحب کا ۱۰ ارمئی ہی کا تحریر کردہ حسب ذیل مکتوب مجھے براہِ راست موصول ہوا جس کے بعد خود ان سے بھی کسی طرح کی دادرسی کی کوئی توقع باقی نہیں رہی اور نہ میرے لئے بجز سرِ تسلیم خم کر دینے کے کوئی چارۂ کار باقی رہا۔

چار و ناچار میں نے اللہ کے بھروسہ پر یہ بار اٹھانے کا تہیّہ کر لیا اور دل سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کام میں میری پوری رہنمائی اور ہر طرح کی مدد فراہم فرمائے۔

۵۔ اے۔ ذیلدار پارک۔ اچھرہ۔ لاہور

۱۰ ارمئی ۱۹۴۸ء

محترمی ومکرمی ـــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سخت انتظار کے بعد الٰہ آباد کے اجتماع کی کارروائی آج مجھے ملی۔ دو تین روز قبل حکیم محمد خالد صاحب کے ایک کارڈ سے مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کو بالاتفاق وہاں کے رفقاء نے امیر منتخب کیا ہے۔ اب تفصیلات کا علم ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ جماعت خود بھی اسی نتیجے پر پہنچی جس پر میں پہنچا تھا، نیز یہ کہ اس بات سے اور بھی مسرّت ہوئی کہ جماعت میں اب وہ کیفیات پیدا ہو چکی ہیں جو اس کام کے لئے مطلوب ہیں۔ آپ نے جو عذرات

بیان کئے ہیں وہ اپنی جگہ بہت وزنی سہی ــــ لیکن اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ انڈین یونین میں اس کام کو سنبھالنے کے لئے جماعت میں کوئی دوسرا جامع آدمی موجود نہیں، اسی بنا پر میں اور مولانا امین احسن صاحب اور طفیل محمد صاحب باہمی مشورہ سے اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ یہ بار اب آپ کو سنبھالنا چاہیے۔ اللہ کے بھروسہ پر اب اس بوجھ کو اٹھائیے اور یہ سمجھ کر کام کیجیے کہ اب انڈین یونین میں اسلام کو زندہ رکھنے والی صرف ایک جماعت اسلامی ہے جس کی کوششوں پر اس ملک میں اسلام کے مستقبل کا انحصار ہے۔ خدا پر توکل کرکے پوری حکمت اور استقلال اور جرأت سے کام کیجیے اور امید رکھیے کہ ان شاء اللہ تھوڑی مدّت کے بعد حالات بدلنے شروع ہو جائیں گے۔

حیدر آباد کے متعلق جو کچھ میں اندازہ کر سکا ہوں اس کے لحاظ سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سرِدست اسے انڈین یونین کے نظام جماعت سے الگ ہی رہنے دیا جائے۔ جب تک حیدر آباد کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ نہ ہو جائے اس کا آخری تصفیہ مشکل ہے۔ باقی انڈین یونین کے کسی علاقہ کو آپ کے نظامِ جماعت سے الگ رہنے کا حق نہیں ہے۔ اِلّا یہ کہ کوئی جماعت ہی سے الگ ہو جائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ راستوں کے پُرخطر ہونے کی وجہ سے اہلِ مدراس نے الٰہ آباد کے اجتماع میں شرکت نہ کی ہوگی۔ بہر حال اس معاملہ کو صاف صاف ان سے پوچھ لینا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ حیدر آباد کے پیچیدہ حالات کی وجہ سے جنوبی ہند کی

جماعتوں کا تعلق آپ کے مرکز سے کچھ مدّت تک کمزور رہے گا۔ اور آمد و رفت کی دقتیں بھی رہیں گی۔ لیکن اس سے بہت زیادہ دقتیں ہم کو مشرقی پاکستان کے سلسلہ میں پیش آرہی ہیں۔ ان دقتوں کا اگر لحاظ کیا جائے تو ہمارا نظامِ جماعت بالکل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ لہٰذا جب تک قطعًا ناگزیر نہ ہو جائے کوشش کرنی چاہیے کہ جماعت کا شیرازہ منتشر نہ ہو جائے۔

بیت المال کو آپ جس وقت مناسب سمجھیں اپنے پاس منتقل کر لیں۔ اب آپ وہاں کے امیر ہیں اور جملہ معاملات میں آپ کو جملہ اختیارات حاصل ہیں۔ انڈین یونین کے لئے اپنا دارالاشاعت آپ کو اپنا الگ قائم کر لینا چاہیے اور جماعت کی تمام مطبوعات خود شائع کرنی چاہئیں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ مشرقی پاکستان کے لئے بھی کتابوں کی فراہمی کا کام آپ ہی کے دارالاشاعت سے انجام پانا چاہیے۔ ہمیں یہاں سے وہاں کتابیں بھیجنے میں بہت سی دقتیں پیش آرہی ہیں۔ میں مشرقی پاکستان کے کارکنوں کو ہدایت بھیج رہا ہوں کہ آئندہ جو لٹریچر بھی ان کو درکار ہو وہ — ہندوستان کے دارالاشاعت سے منگوایا کریں سر دست جب تک آپ کے پاس کتابوں کا کافی اسٹاک جمع نہ ہو جائے آپ ہمارے دارالاشاعت کے ایک مرکزی بکڈپو میں جو غالبًا الٰہ آباد میں رکھنا مناسب ہوگا، کتابیں منگوا لیا کریں اور وہاں سے تمام انڈین یونین اور مشرقی پاکستان میں سپلائی ہوا کریں۔

حسابات کے متعلق یہ مناسب ہوگا کہ محمد یوسف صاحب ٹونکی اور

کوئی دوسرے مناسب رفیق جو حسابات سے اچھی طرح واقف ہوں، خود حیدر آباد چلے جائیں اور پوری طرح سے حساب فہمی کرلیں اور جو کچھ لینا دینا ہو لے دے لیا جائے اور حساب صاف کرلیا جائے۔ میں حیدر آباد کی جماعت کو یہاں سے ہدایات بھیجے دیتا ہوں نیز محمد یوسف صاحب کے پاس ان حسابات کی نقل بھی بھیجے دیتا ہوں جو ہمارے اور حیدر آباد کی جماعت اور انڈین یونین کے بیت المال کے درمیان چل رہے ہیں تاکہ اچھی طرح سے حسابات کا مقابلہ کرکے جانچ پڑتال کرلی جائے۔

انڈین یونین کی جماعتوں کے متعلق جتنا ریکارڈ ہمارے پاس ہے وہ انشاء اللہ جلدی سے جلدی ہم آپ کو بھیج دیں گے۔

مرکز کے لئے ہدایت علی صاحب کی پیشکش کو قبول کرلیا جائے۔

جماعت کی مملوکہ املاک کے لئے انڈین یونین میں بھی ایک رجسٹرڈ باڈی بنالیں۔ کیوں کہ جماعت رجسٹری شدہ انجمن نہ ہونے کی وجہ سے اس کے نام سے آپ کوئی باضابطہ خرید و فروخت نہیں کرسکتے۔

ہندی دارالاشاعت کے لئے بھی جو انتظام مناسب سمجھیں کرلیں۔

خاکسار

(دستخط) سیّد ابوالاعلیٰ

بقلم طفیل محمد قیّم جماعت اسلامی

بابِ پنجم

ارکانِ شوریٰ کا انتخاب اور قیّم جماعت کا تقرر

میں نے کام شروع کرنے کا فیصلہ کر لینے کے بعد سب سے پہلی ضرورت جو محسوس کی وہ مجلسِ شوریٰ کا انتخاب تھا، اس بارے میں عام ارکان کی رائے اور مشورہ حاصل کرنے میں غیر معمولی تاخیر یقینی تھی۔ جبکہ اس وقت تک ہمارے پاس ارکانِ جماعت کے پورے پتے بھی موجود نہ تھے، اور حالات و ضروریات کے لحاظ سے زیادہ توقف کی گنجائش بھی نہیں تھی، اس لئے حسبِ ذیل حضرات کو میں نے عارضی طور سے صرف ایک سال کے لئے مجلسِ شوریٰ کا رکن منتخب کر لیا:

۱:۔ مولانا اختر احسن اصلاحی صاحب ۔ سرائے میر
۲:۔ مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی ”
۳:۔ چودھری محمد شفیع صاحب تھلواڑہ (بارہ بنکی)
۴:۔ مولانا اسمٰعیل صاحب ۔ مدراس
۵:۔ حکیم محمد خالد صاحب ۔ الٰہ آباد
۶:۔ جناب محمد یونس صاحب ۔ حیدرآباد
۷:۔ جناب اسمٰعیل اخلاص صاحب بمبئی
۸:۔ جناب حسنین سید صاحب ۔ بہار
۹:۔ جناب محمد یوسف صدیقی صاحب ٹونک
۱۰:۔ حافظ عبد التواب صاحب ۔ کلکتہ
۱۱:۔ قیّم جماعتِ اسلامی ۔ بحیثیتِ عہدہ ۔

شوریٰ کے انتخاب کے ساتھ قیّمِ جماعت کا تقرر بھی ضروری تھا، اس کے لئے

میں نے جناب یوسف صاحب الہ آبادی کو، جن کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا بخوبی اندازہ مجھے الہ آباد کے اجتماع کے موقع پر ہو چکا تھا، منتخب کیا اور انھیں دعوت دی کہ وہ جلد مدرسۃ الاصلاح پر تشریف لائیں جہاں امیر جماعت ہونے کے بعد بھی میں مقیم تھا اور ملیح آباد منتقل ہونے سے پہلے تک مقیم رہا۔ میری دعوت پر وہ فوراً ہی مدرسہ پر پہنچ گئے اور میرے کاموں میں میرا ہاتھ بٹانے لگے۔

بحیثیت قیّم جماعت اس مرحلہ میں انھوں نے جماعتوں سے ربط و تعلق قائم کرنے اور اسے استوار و مستحکم کرنے کی پوری کوشش کی، اور اس سلسلہ میں ان کے اعلانات و ہدایات وغیرہ 'الانصاف' میں برابر شائع ہوتے رہے۔ ان کا اسی طرح کا ایک نہایت اہم اور مفصل "ضروری اعلان" جو الانصاف مورخہ ۲۰ جون ۴۸ء میں شائع ہوا ہے، آخر میں ضمیمہ ع۲ کے بطور درج ہے۔

قیامِ مرکز کے سلسلہ میں پیش رفت

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ ہمارے قدیم اور نہایت مخلص رکن جناب منشی ہدایت علی صاحب (ملیح آباد) نے اجتماعِ الہ آباد میں اپنی زمین کا ایک معتدبہ حصہ مرکز کی تعمیر کے لئے از خود پیش کیا تھا لیکن اس وقت ان کی پیشکش کا صرف ایک جزء قبول کیا گیا تھا، یعنی مرکز کی ناگزیر ضروریات کے لئے جتنی زمین کی ضرورت اس وقت محسوس کی گئی تھی، صرف اسی کی حد تک۔ اور بقیہ کے بارے میں کوئی فیصلہ خاص طور سے اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ ان کی اس سلسلہ کی پیشکش درس گاہ، تربیت گاہ کے قیام کے ساتھ مشروط تھی، اور اس وقت ہم اپنے کو اس شرط کو قبول کرنے کے ناقابل سمجھ رہے تھے، لیکن وہ اپنے کم از کم ۲۷ بیگھہ باغ انبہ کو فوراً جماعت کے حوالہ کرنے پر مصر رہے اور اسی مقصد کے

تحت وہ ازخود ایک روز مدرسہ پر تشریف لائے۔ ان کے اصرار کے پیشِ نظر میں نے اس کے بارے میں شوریٰ سے استصواب ضروری سمجھا۔ چنانچہ میری دعوت پر ۲۸ اپریل ۱۹۴۸ء کو مدرستہ الاصلاح پر شوریٰ کا ایک باقاعدہ اجلاس منعقد ہوا جس میں میرے علاوہ ارکانِ شوریٰ میں سے مولانا اختر احسن صاحب اصلاحی، مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی اور محمد یوسف صاحب الہ آبادی شریک ہوئے۔ اور بالاتفاق طے ہوا کہ منشی ہدایت علی صاحب کی ایک قطعہ آراضی ۲/۷ بیگھہ کی پیش کش بایں شرط قبول کی جاتی ہے کہ ہدایت علی صاحب ۵ سال تک اس کی آمدنی سے مرکز کو درس گاہ کے سلسلہ میں دو ہزار روپیہ سالانہ دیتے رہیں گے۔ اور بقیہ سے خود مستفید ہوتے رہیں گے اور اس مدتِ مذکورہ کے گزرنے کے بعد جملہ منافع درس گاہ اور دیگر ضروریاتِ جماعت کے لئے مرکز کے سپرد کر دیں گے۔

اس اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ مرکز میں مکتبہ کی تعمیر سب سے مقدّم اور اہم ہے اور منشی ہدایت علی صاحب کے اندازہ کے مطابق کم وبیش پانچ ہزار روپیے صرف ہونے تھے، اور اس کام کے سلسلہ میں انھوں نے اپنی خدمات بھی پیش کیں اور یہ دونوں باتیں منظور کرلی گئیں۔ اور جو ارکانِ شوریٰ شریک اجلاس نہیں ہو سکے تھے، ان کی رائیں بذریعہ خط طلب کی گئیں جن میں سے محمد اسمٰعیل اخلاص صاحب، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب، حسنین سید صاحب، حافظ عبدالتواب صاحب اور حکیم محمد خالد صاحب نے ان سے بالکلیہ اتفاق کیا اور جناب محمد یوسف صدیقی صاحب نے ان سے اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہوئے مکتبہ کے لئے پانچ ہزار کے تخمینہ کو کچھ زائد قرار دیا۔ اور محمد یونس صاحب نے اپنے اتفاق کے ساتھ یہ خیال ظاہر کیا کہ رہائشی مکان سے مکتبہ کا کام نکالا جائے۔

اس سلسلہ کی سب سے قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۲۷، ۲۸، ۲۹/ اگست ۴۸ء بمقام ملیح آباد میں متعلقاتِ مرکز کے تحت قیامِ مکتبہ کا مسئلہ زیرِ غور آیا تو میں نے یہ عرض کیا کہ اگرچہ تحقیقاتی کمیٹی کی یہ تجویز ارکانِ شوریٰ بذریعہ خط و کتابت منظور کر چکے ہیں کہ مکتبہ کی عمارت پانچ ہزار کی رقم سے تیار کرلی جائے لیکن جماعت کی موجودہ مالی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے ابھی اس تجویز پر عمل درآمد شروع نہیں کیا جاسکا۔ اور اس وقت رہائشی مکان کے ایک حصّہ سے مکتبہ کا کام لینے کا ارادہ ہے۔ جب حالات سازگار ہوں گے تو اس وقت اس تجویز پر عمل درآمد شروع کیا جائے گا۔

شرکاءِ اجلاس نے میرے اس خیال سے اتفاق کا اظہار کیا اور یہ بھی طے کیا گیا کہ مکتبہ کے لئے کسی باقاعدہ انچارج کا تقرر کرنے کے بجائے جس میں مالی دقتیں حائل ہیں ——— ملیح آباد کے ایک رکنِ جماعت جناب نصیر الحق صاحب مکتبہ کے اُن کاموں کے لئے جو وہ باآسانی انجام دے سکتے ہوں، کی خدمات حاصل کرلی جائیں اور بقیہ کاموں کے لئے کوئی اور مناسب بندوبست کرلیا جائے۔

حیدرآباد (دکن) کا نظمِ جماعت

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا میرے نام کا مکتوب مورخہ ۱۰/ مئی ۴۸ء پہلے نقل ہوچکا ہے، اس کے مطالعہ سے منجملہ دیگر ضروری باتوں کے حیدرآباد کے آئندہ نظم اور وہاں کے حسابات اور باہمی لین دین وغیرہ کے سلسلہ کی بھی ضروری تفصیلات پوری طرح علم میں آچکی ہوں گی۔

ذیل کے میرے دو خطوط اور قیّمِ جماعت میاں طفیل محمد صاحب کی طرف سے ان کے جوابات بھی اسی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی

پہلوؤں سے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ میرے خطوط کا مضمون جواب خط سے بخوبی واضح ہے۔

(۱) قیمّ جماعت میاں طفیل محمد صاحب کا خط مورخہ ۶ ؍جون ۴۸ء۔

محترمی و مکرمی ـــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۳۰ ؍مئی ۴۸ء ملا، امیرِ جماعت کے روبرو اسے پیش کیا گیا۔ ان کی ہدایت کے مطابق جواب درج ذیل کیا جارہا ہے۔

۱:ـــ انڈین یونین اور حیدر آباد کے نظام ہائے جماعت کی علیحدگی کا موجودہ فیصلہ اس وقت تک کے لئے ہے جب تک کہ حیدر آباد کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ بعد میں جب حالات مستقل صورت اختیار کر لیں گے اس وقت اگر ضرورت ہو گی تو اس فیصلہ پر نظرِ ثانی کی جا سکتی ہے۔

۲:ـــ انڈین یونین، حیدر آباد یا پاکستان کی دارالاشاعتوں کی حدودِ اشاعت مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان سب کے لئے فری ٹریڈ کے اصولوں پر کام کرنے کا موقعہ رہنا چاہیئے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اصولاً یہی طریقہ صحیح ہے۔ اور دوسرے اس وجہ سے کہ اگر ہر دارالاشاعت کا حلقۂ اشاعت متعلقہ ملک کی حدود میں محدود کر دیا جائے تو اس سے کاروباری نقطۂ نظر سے بھی بہت سی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً مدراس، بمبئی اور سی۔پی کے ان علاقوں کے لوگوں کے لئے جو حیدر آباد سے ملحق ہیں، حیدر آباد سے کتابیں منگوانا نہ صرف آسان اور سہل ہو گا بلکہ نسبتہً سستا

بھی۔ اسی طرح سے مشرقی پاکستان والوں کو یہاں مغربی پاکستان سے کتب منگوانے کے بجائے انڈین یونین سے لٹریچر حاصل کرنا سہل تر اور سستا رہے گا۔ اس لئے مختلف علاقوں میں تجارتی حد بندیاں کرنے کی پالیسی درست نہیں ہوگی۔ جو حد بندیاں تقسیمِ ملک کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہیں وہی کافی ہیں۔

۳:۔ حیدرآباد میں اب جو دارالاشاعت قائم کیا گیا تھا، یہ دراصل پورے ہندوستان کے لئے قائم کیا گیا تھا یہی حیثیت ٹونک کے مرکزی بیت المال کی تھی۔ گویا حیدرآباد کا یہ دارالاشاعت اور ٹونک کا مرکزی بیت المال۔ پاکستان کے علاوہ پورے ملک (انڈین یونین اور حیدرآباد) کی مشترک ملکیت تھے۔ اس لئے اب ان دونوں کی تقسیم DISTRIBUTION OF ASSETS کے اصول پر ہونا چاہیئے۔

انڈین یونین اور حیدرآباد کے حصّوں کا تناسب کیا ہو۔ یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ ہماری رائے میں اگر دونوں ملکوں کی مسلمان آبادی کے تناسب سے تقسیم کرلی جائے تو زیادہ قرینِ انصاف ہوگا۔

۴:۔ "تفہیمات" اور "پردے" کے جتنے نسخے آپ کو درکار ہوں آپ حیدرآباد سے منگوالیں لیکن ہمارے ساتھ ان کا حساب کرنے کے بجائے حیدرآباد والوں ہی سے کیجئے کیونکہ ان کتابوں کا ہمارا حساب حیدرآباد سے ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارا اور ان کا، ان کا اور آپ کا، اور آپ کا اور ہمارا

حساب بالکل صاف ہو جائے اور پھر از سرِ نو آپس کا لین دین شروع ہو تاکہ نہ کوئی پیچیدگی پیدا ہو اور نہ کوئی الجھن پیش آئے۔

۵:۔ مکتبہ سے فہرست آپکو بھجوائی جا رہی ہے۔

۶:۔ چونکہ اس وقت یہاں سے ہندوستان کتابیں بھیجنے کا بجز ڈاک کے اور کوئی ذریعہ نہیں اس لئے سر دست تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ آپ کو کتابوں پر کیا کمیشن دیا جائے گا۔ بہرحال اگر آپ کتابیں منگوائیں تو زائد مصارف کے پیشِ نظر آپ حضرات کو ۳۳ فی صدی تک کمیشن دیا جا سکے گا۔

---

(۲) اچھرہ۔ لاہور ۱۶۵۸/۶۷

۳۰ رجون ۱۹۴۸ء

محترمی و مکرمی ——— السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۷ رجون ملا۔ جناب محمد یوسف صدیقی صاحب تشریف لائے تھے اور ان کی موجودگی میں جماعت کی کل املاک کی تقسیم مکمل کر لی گئی۔ تقسیم نامہ کی ایک نقل ہمارے پاس محفوظ ہے اور دوسری ان کو دے دی گئی ہے۔ وہ واپس پہنچ کر ساری تفصیلات آپ حضرات کو بتا دیں گے۔ اب آپ کو حیدرآباد والوں سے تقسیم کا معاملہ کرنا ہو گا۔ ان کا حصّہ مقرر کر دیا گیا ہے اور میں نے کل وہاں لکھ بھی دیا ہے کہ تقسیم میں ہندوستان کے حصّہ میں تینتالیس ہزار چھ سو چوراسی روپے تیرہ آنے ——— (۰-۱۳-۴۳،۶۸۴) کی املاک اور سرمایہ آئے ہیں۔ ان میں

حیدر آباد کا دسواں حصّہ ہے کیوں کہ انڈین یونین اور حیدر آباد کی مسلمان آبادی کا تناسب دس اور ایک کا ہی ہے۔

حیدر آباد میں جماعت کی جو کتابیں اور حساب تھا وہ سب ہندوستان کے کھاتہ میں ڈال دیا گیا ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کا حساب بالکل صاف ہو گیا ہے۔ اب انڈین یونین اور حیدر آباد کا حساب صاف ہو جائے تو از سرِ نو لین دین کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔

حیدر آباد کا نظامِ جماعت بھی الگ قائم ہو گیا ہے اور وہاں کے ارکان نے سید عبدالقادر صاحب کو وہاں کے لئے امیرِ جماعت منتخب کیا ہے۔

حیدر آباد میں ان کے حصّہ املاک کی مالیت کی کتابیں یا سرمایہ چھوڑ کر باقی کتب اور سرمایہ آپ اپنے یہاں منتقل کرا دیجئے۔ اسکے لئے یہاں سے کسی مزید تحریر کی ضرورت نہیں۔ ان کو اس بارے میں اطلاع کر دی گئی ہے۔

خاکسار

طفیل محمّد

حیدر آباد کے لین دین کے سلسلہ میں صحیح صورتِ حال کا اندازہ اس رپورٹ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو میں نے شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۲۷ - ۲۸ - ۲۹ اگست ۱۹۴۸ء کے موقع پر پیش کی تھی۔ ذیل میں یہ رپورٹ شوریٰ کے مذکورہ اجلاس کی روداد سے بعینہٖ نقل کی جا رہی ہے۔

اس کے بعد (یعنی افتتاحِ اجلاس شوریٰ کے تمہیدی فقروں کے بعد) امیر جماعت نے کہا:

جس طرح آئندہ ٹھیک فیصلوں تک پہنچنے کے لئے ضروری تھا کہ آپ مرکز کے موجودہ حالات وضروریات سے سب سے پہلے واقفیت بہم پہنچائیں ویسے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنی جماعت کی موجودہ مالی حالت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرلیں تاکہ فیصلے کرتے وقت یہ حالت آپ سب لوگوں کے سامنے رہے۔ اس لئے سب سے پہلے میں آمد وخرچ کا حساب پیش کرتا ہوں، اس میں ایک ضمنی غرض یہ بھی ہے کہ اگر ہم نے حساب وکتاب میں کوئی غلطی کی ہوگی تو آپ اس پر ہمیں مطلع فرما سکیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے میں آپ لوگوں کو ہرگز کسی قسم کا دریغ نہیں ہونا چاہیئے۔ میرے نزدیک مجھ پر اور جماعت پر آپ کا یہ بڑا احسان ہوگا کہ اگر حساب وکتاب میں کوئی غلطی دیکھیں یا کوئی قابلِ اعتراض بات آپ کو نظر آئے تو پوری صفائی کے ساتھ ہمیں اس پر متنبہ کردیں۔ میں اس کے لئے آپ حضرات کا مشکور ہوں گا۔

جناب سکریٹری صاحب نے فرمایا:

اس وقت جماعت کی آمد وخرچ اور بقایا کا مجمل علم حاصل کرلینا کافی ہوگا۔ اور تفصیلی نظر برائے مشورہ وہ آخر میں ڈال لیں گے۔ چنانچہ اس کے مطابق پہلے تقسیمِ جماعت کے بعد کا آمد وخرچ کا حساب پیش کیا گیا۔ اور اس کے بعد وہ حسابات پیش ہوئے جو مرکز قدیم سے بسلسلۂ تقسیم آئے ہیں اور اس ضمن میں مقروضینِ مرکز اور مکتبہ کی فہرست بھی سنائی گئی۔ اور پٹنہ بینک کی موجودہ رقم کا بھی تذکرہ کیا گیا۔ بالآخر جب ارکان کو جماعت کی مالی حالت کا پورا پورا اندازہ ہوگیا کہ اس وقت کتنی رقم اور کن کن شکلوں میں موجود ہے تو امیر جماعت نے توجہ دلائی کہ چونکہ حیدرآباد

کا نظمِ جماعت ہندوستان کے نظم جماعت سے علیٰحدہ کر دیا گیا ہے اسلئے اس رقم میں سے جو ہمیں مرکزِ قدیم سے ملی ہے اور جس کی مجموعی تعداد ــــــــــــ

۰۰-۱۳-۶۸۴، ۴۳ (تینتالیس ہزار چھ سو چوراسی روپیے، تیرہ آنہ ہے)

۱/۱۰ حیدرآباد کی جماعت کو ملنا ہے جس کا فیصلہ خود مولانا مودودی صاحب نے تقسیم کے وقت فرمادیا ہے۔ اس کے بموجب حیدرآباد کو چار ہزار تین سو اڑسٹھ روپے ۹-۷-۶۸ ,۴،۳ Rs. ۷ آنہ، ۹ پائی ملنے چاہئیں۔

لیکن حسبِ ذیل رقوم حیدرآباد کو بہ تفصیلِ ذیل پہنچ چکی ہیں۔

نقد از بیت المال۔ ٹونک ۵۰۰۰

بذمہ محمد یونس صاحب (قرض مرکز) ۷-۱۰-۲۲۶۵

قرض بنام مکتبہ نشأۃ ثانیہ (مرکز سے) ۳۸۶۹

۷-۱۰-۱۱۱۳۴

یہ ہر دو مرکز نے ہماری طرف منتقل کردیئے ہیں۔ گویا ۱۰-۲-۶۷۶۶ یعنی چھ ہزار سات سو چھیاسٹھ روپئے دو آنے دس پائی حیدرآباد کے ذمّہ ان کا حصّہ دینے کے بعد نکلتے ہیں۔

اس ضمن میں امیرِ جماعت نے امیرِ جماعت حیدرآباد کا خط پیش کیا جس میں انھوں نے اس رقم کی ادائگی کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ اس رقم کے عوض میں ہمیں پچاس فیصدی کمیشن پر کتابیں دے دیں گے۔ ارکان نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔

اسی طرح ہماری جو رقم مرکز قدیم کے ذمّہ نکلتی ہے، اس کے بارے میں بھی طے ہوا کہ اس میں وہاں سے کتابیں منگوالی جائیں اور چالیس فیصدی کمیشن کیلئے لکھا جائے۔ کیوں کہ تقسیم کے وقت یہی اصول طے ہوا تھا اور اسی حساب سے

مرکز نے ہمارے حصّہ کی کتابیں لی تھیں۔

اس روداد یا کچے چھٹے سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو رہی ہے کہ تقسیم کے بعد ہندوستان کی جماعت اسلامی کو اپنے مرکزِ قدیم سے جو کچھ ملا تھا وہ کچھ کم نہ تھا، اچھا خاصا سرمایہ تھا، لیکن اسمیں کچھ بڑی بڑی رقمیں تو وہ تھیں جو مرکز یا مکتبۂ قدیم کے قرضوں کی شکل میں یہاں کے رہنے والوں یا اداروں کے ذمّہ واجب تھیں اور وہ سب ہمارے حساب میں محسوب کر کے ہماری طرف منتقل کر دی گئی تھیں۔ اور ہمیں اپنا خاصا بڑا حصّہ کتابوں کی شکل میں دستیاب ہوا۔ اور جہاں تک نقد رقم کا تعلق ہے، اس نام سے ہمارا کھاتہ بالکلیہ ناآشنا رہا۔ نقد چند ٹکے بھی نہیں ملے اس لیۓ اس انکشاف پر آپ کو مطلق حیرت نہیں ہونی چاہیۓ کہ بحیثیت امیرِ جماعت جب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے میں نے جماعت کے کام کا آغاز کیا تو ابتداءً اکام چلانے کے لیۓ مجھے ایک قریبی بستی بیدھا" سلطان پور کے مقبول احمد[1]

نوٹ[1]: جناب مقبول احمد صاحب کو میں اپنے خیال کے مطابق فی الواقع اللہ کا ایک مقبول بندہ ہی سمجھتا ہوں۔ اس موقع پر مجھے خاص طور سے یہ بات یاد آرہی ہے کہ ایمرجنسی کے نفاذ اور جماعت کو غیر قانونی قرار دیئے جانے کے بعد جب گرفتاریاں شروع ہوئیں تو پولیس کا عملہ ان کی بستی کے ان کے ہم نام کو گرفتار کر کے لیۓ جا رہا تھا۔ موصوف کو جب اسکی اطلاع ملی تو وہ جس حال میں تھے اسی حال میں دکھڑاؤں پہنے ا لپکے ہوئے فوراً پولیس کے پاس پہنچے اور اس شخص کے بجائے خود اپنے کو گرفتاری کے لیۓ پیش کر دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے، اور پھر اپنے جرم بے گناہی کی پاداش میں وہ ایمرجنسی کے تحت نافذ سزاؤں میں سے سخت ترین سزا کے مستوجب قرار پائے اور کافی طویل عرصہ تک جیل میں محبوس رہے لیکن اللہ کے اس بندے کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش پیدا نہیں ہوئی اور ہر زحمت و مشقت کا نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کیا اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ۔

نام کے ایک نہایت مخلص رکن جماعت سے پچاس روپیے بطور قرض لینے پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مقبول بندے سے حاصل شدہ رقم میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ہم اس کا خواب وخیال میں بھی تصور نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے اس بے حد وحساب اور بے پایاں فضل واحسان پر ہم اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں، یقیناً وہ کم ہی ہوگا۔

جہاں تک حیدرآباد[1] کے سیاسی مستقبل کے تصفیہ کا سوال ہے، تو یہ ایک معلوم ومشہور حقیقت ہے کہ وہ ستمبر ۴۸ء میں اس زمانہ کی معروف اصطلاح "پولیس ایکشن" کے نتیجہ میں ہندوستان سے حیدرآباد کے کلی انضمام کی شکل میں برآمد ہو چکا ہے۔ جس کے بعد وہاں کی جماعتِ اسلامی بھی کل ہند جماعتِ اسلامی سے منسلک ہو کر اب اس کے جزو کے طور پر کام کر رہی ہے۔ اور اس وقت اس کے امیر جناب عبدالعزیز صاحب ہیں جو حلقہ آندھرا پردیش بشمولِ اڑیسہ کے بھی امیر ہیں نیز مرکزی مجلسِ شوریٰ کے بھی رکن ہیں۔

---

[1] حیدرآباد کے نظم کے سلسلہ میں میرے اس بیان سے کچھ مزید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں جو "الانصاف" مورخہ ۲۰ جون ۴۸ء میں "جماعتِ اسلامی حیدرآباد" کے زیرِ عنوان شائع ہوا ہے۔ (ضمیمہ ۲)

باب ششم

مجلسِ شوریٰ منعقدہ اپریل ۵۰ء کے

کچھ اہم جماعتی فیصلے

۵ راپریل سے ۷ راپریل (۱۹۵۰ء) تک مرکز میں ایک غیر رسمی مجلس مشاورت منعقد ہوئی تھی جس میں ارکانِ شوریٰ (۱) مولانا اختر احسن اصلاحی صاحب (۲) مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی (۳) مولانا حامد علی صاحب (۴) ابوسلیم عبدالحیٔ صاحب (۵) چودھری محمد شفیع صاحب۔ بارہ بنکی (۶) محمد یونس صاحب حیدر آباد اور (۷) حسنین سیّد صاحب بہار کے علاوہ حسب ذیل رفقاء بھی شریک ہوئے:

(۱) مولانا جلیل احسن صاحب ندوی (۲) شاہ ضیاء الحق صاحب (۳) سید عبدال درصاحب حیدر آباد (۴) انوار علی خاں سوز (۵) افضل حسین صاحب (۶) مونس صاحب (۷) سیّد حسین صاحب الہ آباد (۸) منشی ہدایت علی صاحب۔ ملیح آباد (۹) منظور احسن صاحب جامعی۔

سب سے پہلے میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں اس اجتماع کی ضرورت واضح کرتے ہوئے افسوس ظاہر کیا کہ وقت کی قلت اور سفر وغیرہ کی دشواریوں کے پیش نظر اس اجتماع میں شرکت کے لئے تمام ارکانِ شوریٰ کو دعوت نامہ نہیں

بھیجا جا سکا اور اس کے بعد درپیش مسائل جن پر مشورہ کرنے کے لئے یہ اجتماع خاص طور سے طلب کیا گیا تھا، کے بارے میں کچھ باتیں عرض کیں جن کا خلاصہ الانصاف مورخہ ۲۸ اپریل سنہ ۵۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت کے حالات و مسائل کو سمجھنے کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہو سکتا ہے۔ اس لئے اسے آخر میں بطور ضمیمہ ۱ درج کیا جا رہا ہے۔

اس اجتماع کے ۱۵ دفعات پر مشتمل ایجنڈے کے تحت تربیت گاہ، سالانہ اجتماع، ہندی ترجمۂ قرآن اور ہندی لٹریچر کی تیاری، جماعتوں کے ساتھ تعاون اور اس کے شرائط، عام مسلمانوں کو دعوتِ اسلامی سے روشناس کرانے کے طریقے، غیر مسلم جماعتوں اور لیڈروں سے میل جول کی صورتیں وغیرہ مسائل پر تفصیل سے غور و خوض کیا گیا اور بہت سے اہم اور مفید فیصلے کئے گئے جو مختصراً درج ذیل ہیں:

انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان طلبہ کے لئے جو عربی اور دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہوں، یہ طے پایا کہ ان کی اس طرح کی تعلیم کا حسبِ امکان و ذرائع انتظام کیا جائے۔ اس سلسلہ میں کئی ایک اساتذہ کے نام پیش کئے گئے جن میں سے ایک نام عمر بن عبداللہ حیدر آبادی کا بھی تھا۔

تربیت گاہ کے سلسلہ میں طے پایا کہ مرکز میں تربیت گاہ کے کام کو چلانے کے لئے دُو رفقار کا انتظام کیا جائے اور اس سلسلہ میں کچھ نام بھی پیش کیے گئے۔

سالانہ اجتماع کے بارے میں طے کیا گیا کہ ملکی حالات اور بعض موانع کی وجہ سے اسے کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کیا جائے اور سالانہ اجتماع کے کچھ فوائد مقامی ہفتہ وار اجتماعات کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان اجتماعات کا مقصد

خصوصی صرف ارکان اور ہمدردان سے ارتباط پیدا کرنا اور موجودہ پیش آمدہ حالات و مسائل سے آگاہ کرنا اور ان کو ان حالات میں صحیح طور سے کام کرنے کے لئے تیار کرنا ہوگا۔ لیکن اگر کسی مقام پر اجتماع کرنا مناسب سمجھا جائے تو وہاں اجتماع بھی کیا جاسکتا ہے جس میں حسب دستور مسلم، غیر مسلم سب کو شرکت کی دعوتِ عام دی جائے۔

اس ذیل میں یہ بھی طے ہوا کہ چند رفقاء کے وفود بنائے جائیں۔ یہ وفود ملک کے مختلف حلقوں میں دورے کریں، وہاں کے مسلم و غیر مسلم عمائدین سے ملیں اور جہاں ممکن ہو اجتماع کریں۔

وفود کی تشکیل کے سلسلہ میں کچھ نام بھی تجویز کیے گئے:

حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کے وقت طے پایا کہ مسلمانوں میں جو خوف وہراس پیدا ہوگیا ہے اس کے ازالہ کی کوئی تدبیر اس کے سوا نہیں ہوسکتی کہ ان کے اندر تعلق باللہ اور اعتماد علی اللہ کی صحیح کیفیت زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور اس غرض کے لئے اپنے معروف ومعلوم طریقوں کے تحت ان سے زیادہ سے زیادہ ارتباط پیدا کیا جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے رفقاء حتی الوسع ہر دو فریق سے ارتباط پیدا کرکے، ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ فتنہ وفساد رونما نہ ہوسکے۔ اور اگر بدقسمتی سے ان کی کوششوں کے باوجود کہیں فساد برپا ہو ہی جائے تو ان کو اپنے مقدور بھر بلا تفریق مذہب وملّت مظلومین کی امداد وحمایت کرنی چاہیے۔ اور اگر کسی مقام پر ریلیف کا کام شروع کرنے کی ضرورت پیش آئے تو مرکز کو حالات سے مطلع کرکے اس کے مشورہ کے مطابق امدادی کام بلالحاظِ مذہب وملّت شروع کردیا جائے۔ یا اگر کسی دوسری جماعت کی طرف سے اس طرح کا کام شروع ہوچکا ہو یا ہو رہا ہو تو اس میں اپنے اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے مرکز کو مطلع کرکے شرکت کی جاسکتی ہے۔

مسلمانوں کے مسائل کے ضمن میں یہ محسوس کیا گیا کہ ان میں کام کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے سربرآوردہ لوگوں سے مرکز ربط وارتباط پیدا کرے، نیز مقامی جماعتیں مقامی لیڈروں سے ارتباط پیدا کریں۔ نیز یہ بھی طے پایا کہ جماعتی اخبارات کو ہدایت کردی جائے کہ دوسری جماعتوں پر تنقید کرتے وقت وہ اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ان کی تنقید اصولی ہو اور اس کا مقصد ان لوگوں کی اصلاح کا جذبہ ہو جن پر تنقید کی گئی ہے تاکہ ایسے لوگ جماعت سے دور ہونے کے بجائے اس کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

یہ بھی طے پایا کہ رفقاءِ جماعت کو ہدایت دی جائے کہ دوسری جماعتیں جو دینی، مذہبی یا اصلاحی کام شروع کریں تو ان میں مرکز کے مشورے کے بعد اپنے اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے اور اپنے جماعتی کام کو نقصان پہنچائے بغیر شرکت کی جا سکتی ہے۔

غیر مسلموں میں کام کرنے کے سلسلہ میں طے پایا کہ جماعت اسلامی کو جو کام انجام دینا ہے اس میں غیر مسلمین کی شرکت اور ان کا تعاون بھی ضروری ہے۔ اس لیے جس حد تک بھی ان کو دعوت سے روشناس کرانے کے مواقع میسّر آسکیں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور اس سلسلہ میں ان سے زیادہ سے زیادہ میل جول پیدا کرنا چاہیئے تاکہ وہ ہمیں اور ہمارے وساطت سے ہماری دعوت کو سمجھ سکیں یا کم از کم ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے جو آپس کی دوری سے خواہ مخواہ پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی طے پایا کہ تربیت گاہ کے پروگرام کے سلسلہ میں رفقاء کو غیر مسلمین میں دعوت کو روشناس کرنے کا طریقہ بھی بتلایا جائے اور جہاں

جہاں ممکن ہو، غیر مسلم لیڈروں سے مقامی جماعتیں بھی ارتباط پیدا کریں اور مرکز بھی ملک کے مشہور غیر مسلم لیڈروں سے ارتباط کی کوشش مناسب طریقہ پر کرے۔

ہندی رسالہ "اُجالا"، کے متعلق طے پایا کہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ سرِ دست اس کی اشاعت زیادہ مفید نہیں ہے۔ اس لئے فی الحال اس کی اشاعت روک دی جائے اور اس کے بجائے ہندی کتابوں کی تیاری اور اشاعت کی طرف زیادہ توجہ دی جائے۔

دعوت و تبلیغ کے کام کی ضرورت پر گفتگو کے وقت یہ بات سامنے آئی کہ بعض مقامات پر مقامی حکام وغیرہ ہمارے کام کی نوعیت کے متعلق غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ طے پایا کہ دعوت کے کام کے سلسلہ میں اگر یہ محسوس ہو کہ کسی مقام پر مقامی ذمہ دارانِ حکومت کو ہماری دعوتی سرگرمیوں کے سلسلہ میں کسی طرح کی غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے تو جو لوگ مقامی طور سے کام کے ذمہ دار ہیں وہ اس سے قیّم حلقہ کو فوراً مطلع کریں اور اس کی ہدایت کے مطابق غلط فہمیوں کے ازالہ کی تدابیر اختیار کریں اور اگر ان سے ملاقات کی ضرورت ہو تو بشرطِ امکان مرکز کو مطلع کر کے حسبِ مشورہ مرکز، ان سے ملاقات کریں۔

نوٹ: مذکورہ بالا مسائل جو اس اجتماع میں زیر بحث آئے تھے، ان پر بحث و گفتگو اس اجتماع ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ شوریٰ کی مختلف مجالس میں وہ وقتاً فوقتاً زیر بحث آتے رہے ہیں۔ اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی ہے، اس پر کچھ نئے رُخ اور زاویہ سے بھی غور کیا گیا ہے۔ اور انکے تحت کچھ نئے فیصلے کئے گئے، اس کی کچھ تفصیل مجالسِ شوریٰ کی شائع شدہ رودادوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔

جماعتی لٹریچر کے سلسلہ میں اس ضرورت کا احساس کیا گیا کہ اس میں ضروری ترمیمات کی جائیں۔ چنانچہ طے پایا کہ اخلاقاً یہ ضروری ہے کہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب سے ان کی تالیف کردہ کتابوں کے بارے میں ضروری ترمیمات کرنے کی اجازت لے لی جائے۔ نیز اگر ضرورت ہو تو لٹریچر میں سے ان کے نام حذف کرنے کی بھی اجازت طلب کر لی جائے۔ لٹریچر میں ضروری ترمیمات کرنے کے سلسلہ میں مولانا صدرالدین صاحب کا نام پیش کیا گیا، چنانچہ طے پایا کہ مولانا اس خدمت کو انجام دیں۔

یہ بھی طے پایا کہ مالیات اگر اجازت دیں تو جدید لٹریچر کی تیاری کے لئے بعض اہلِ قلم حضرات کی خدمات حاصل کی جائیں۔

باب ہفتم

کچھ خاص اور اہم جماعتی فیصلے

اس کتابچہ کا اصل موضوع ''تشکیلِ جماعت اسلامی ہند، کیوں اور کیسے،'' کا دائرہ بحث بہت وسیع ہے اور بہت ساری جماعتی سرگرمیاں اپنی کسی نہ کسی مناسبت یا تھوڑی بہت اہمیت کی بنا پر اس دائرہ میں شامل سمجھی جا سکتی ہیں۔ اور ان پر گفتگو افادیت سے خالی بھی نہیں سمجھی جا سکتی۔ لیکن اس کے لئے بہت کافی وقت اور فرصت درکار ہے اس لئے اس موقع پر دائرۂ بحث کو محدود کرتے ہوئے صرف چند خاص جماعتی فیصلوں کی طرف جو میری اپنی نگاہ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں، کچھ سرسری اشارات کرنے ہی پر اکتفا کروں گا۔

(الف)۔ بحیثیتِ معاون قیمِ جماعت، جناب افضل حسین صاحب کا تقرر

۲۷، ۲۸، ۲۹ ر اگست ۱۹۴۸ء کے اجلاس شوریٰ میں جو ملیح آباد میں منعقد ہوا تھا، اس کے ایجنڈے کی ایک دفعہ کے تحت درس گاہ اور اس کے متعلقات کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا تھا اور اس موقع پر ضروری بحث و گفتگو کے بعد یہ طے کیا گیا تھا کہ:

''تعلیمی نظام کا ابتدائی جز فوراً بروئے کار لایا جائے اور عارضی طور سے باغ (منشی ہدایت علی صاحب کا پیش کردہ) کی موجودہ عمارت کو ضروری اور مناسب تبدیلیوں کے بعد طلبہ کی درسگاہ اور اقامت گاہ کے طور پر

استعمال کیا جائے۔"

اور اس اجلاس میں یہ بھی بالاتفاق طے پایا تھا کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے دو آدمیوں محمد شفیع مونس صاحب۔ اور جناب افضل حسین صاحب یا ایسے ہی کسی اور شخص کی خدمات حاصل کی جائیں جو بچوں کی تعلیم و تربیت کا عملی تجربہ رکھتا ہو۔ اور تعلیم اطفال کے متعلق جدید معلومات اور نظریات کے مطابق تیار بھی ہو۔ اس فیصلہ کے مطابق ان دونوں حضرات کو اپنی اس وقت کی ملازمتوں کو خیرباد کہہ کر اس خدمت کے قبول کرنے پر آمادہ کیا گیا اور یہ دونوں حضرات درس گاہ میں قیام پذیر ہو کر تعلیم و تربیت کی مفوضہ خدمت انجام دینے میں مصروف ہو گئے۔

۱۰ر جنوری ۱۹۵۱ء لغایۃ ۱۳ر جنوری ۱۹۵۱ء کا جو اجلاس شوریٰ رام پور میں منعقد ہوا تھا، اس میں درسیات کی تیاری کا مسئلہ بھی زیرِ غور آیا تو اس موقع پر یہ طے کیا گیا کہ:

"درسیات کی تیاری کے لئے افضل حسین صاحب ناظمِ درس گاہ موزوں آدمی ہیں۔ اس لئے ان کا وقت اس کام کے لئے فارغ کیا جائے۔ درسیات کی تیاری کے دوران میں ان کا تعلق درس گاہ سے محض نگرانی اور ہدایت کی حد تک رہے۔ اور ان کے متعلقہ اسباق کے پڑھانے کا کام کسی ایسے رفیق کے سپرد کیا جائے جو اس کام کے لئے موزوں ہو خواہ وہ موجودہ اساتذہ میں سے کوئی شخص ہو یا ان لوگوں میں سے جو تعلیم و تربیت کی ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے یہاں آئیں، بالمعاوضہ بھی ایسے رفیق کی خدمت حاصل کی جا سکتی ہے۔"

اس فیصلے کے مطابق جناب افضل حسین صاحب نے درسیات کی تیاری کی طرف اپنی خصوصی توجہ مبذول کی۔ جس کے نتیجہ میں بحمد اللہ اس کا ایک ایسا وقیع

ذخیرہ تیار ہوگیا جو اپنی گوناگوں دینی وفنی خصوصیات کی بنا پر اپنی مثال آپ ہے۔ اور جو آج صرف جماعتی درس گاہوں ہی میں نہیں بلکہ جماعت کے مخالفین کی درس گاہوں میں بھی بڑے اہتمام اور ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔

جناب افضل حسین صاحب کے سلسلہ میں ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ۳ راگست ۱۹۶۴ء کو پہلے خود میں نے ہی معاون قیّم مقرر کر کے انھیں مرکز تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ اور اس کے بہت دنوں بعد یعنی ۱۴ رجون ۱۹۷۲ء کو جناب محمد یوسف صاحب نے اپنے دورِ امارت میں انھیں باقاعدہ قیّمِ جماعت مقرر فرمایا۔

میری یادداشت کے مطابق میرے اپنے اس فیصلہ میں اس بات کو خاص دخل تھا کہ جناب شفیع مونس صاحب کے قیّم حلقۂ دہلی مقرر کیے جانے کے بعد مرکز کے شعبۂ تنظیم میں ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا تھا۔ یکم جولائی ۱۹۶۴ء کو جن امرارِ حلقہ جات کے تقرر کا فیصلہ کیا گیا تھا ان میں جناب شفیع مونس صاحب کا نام امیرِ حلقہ دہلی کے طور پر درج ہے، نیز "کتاب الاحکام"[1] میں ۹ رجولائی ۱۹۶۴ء کی تاریخ میں بھی یہ ہدایت درج ملتی ہے کہ جناب شفیع مونس صاحب کو فی الحال حلقۂ رام پور کا عارضی امیر مقرر کیا جاتا ہے۔ تا فیصلۂ ثانی موصوف حلقۂ دہلی کے ساتھ حلقۂ رامپور کی امارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہیں۔

جناب افضل حسین صاحب کو معاون قیم مقرر کیے جانے کے بارے میں میری تحریر مورخہ ۳ راگست ۱۹۶۴ء کی یہ بات خاص طور سے پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اسمیں "فی الحال، عارضی طور پر" کی قید لگی ہوئی ہے۔ اور اس میں یہ بھی درج ہے کہ "جناب ہاشمی صاحب (منظور الحسن صاحب) کو مطلع کر دیا جائے کہ وہ افضل حسین صاحب کی عدم موجودگی میں قائم مقام ناظم درس گاہ ہوں گے"۔ نیز یہ کہ "یہ تقرر فی الحال موجودہ

---

[1] یہاں کتاب الاحکام سے مراد وہ رجسٹر ہے جسمیں امیرِ جماعت کی ہدایات درج کی جاتی رہی ہیں۔

میقات کے اختتام تک سمجھا جائے اور موصوف، افضل حسین صاحب سے چارج لیکر کام شروع کر دیں۔"

ان تحریروں سے یہ صاف مترشح ہو رہا ہے کہ میں نے ۳ر اگست ۱۹۶۴ء کو جناب افضل حسین صاحب کو جب معاون قیم مقرر کیا تھا تو میرے ذہن میں یہ کوئی مستقل انتظام نہیں تھا، بلکہ شعبۂ تنظیم میں پیدا شدہ ایک خلاء کو پُر کرنے کی ایک وقتی تدبیر تھی اور فی الواقع جناب افضل حسین صاحب کے بارے میں اب تک جو فیصلے کئے جاچکے تھے اور جن کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے، ان کے خلاف کوئی بات میں سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔ ان کے بارے میں میرے حقیقی احساسات کی کچھ جھلک میری ان ہدایات میں بھی موجود ہے جو ان کے اس عارضی تقرر کے بعد ان کے سلسلہ میں "کتاب الاحکام" میں درج ہیں۔

۸ر ستمبر ۱۹۶۴ء کو قیم جماعت اور ارکانِ شعبۂ تنظیم کے لئے میں نے کاموں کا جو نقشہ طے کیا تھا اور جس کے بارے میں یہ ہدایت کی تھی کہ "عام حالات میں اسی نقشہ کے مطابق کام ہونا چاہئے البتہ قیمِ جماعت کسی وقتی ضرورت سے اس میں وقتی ردّ وبدل کر سکتے ہیں۔ اور اس نقشہ میں جناب افضل حسین صاحب کے ذیل میں جو چھ باتیں درج ہیں ان میں چوتھی بات یہ ہے: دینی تعلیم او مرکزی درس گاہ رامپور اور دیگر جماعتی درسگاہوں سے متعلق امور کی نگرانی اور بشرطِ فرصت نصابی کتب کی تیاری۔

اور میں اس کی یاد دہانی کچھ دیگر مواقع پر بھی برابر کراتا رہا ہوں جس کی تفصیل "کتاب الاحکام" میں درج ہے۔

یہاں مجھے یہ اظہار کر دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں ہو رہا ہے کہ معاون قیم مقرر کئے جانے سے پہلے جو کام جناب افضل حسین صاحب سے متعلق رہے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے زیادہ موزوں تھے۔ اس لئے شعبۂ تنظیم کے

مناسب بندوبست کی طرف سے یک گونہ مطمئن ہوجانے کے بعد میں ان کو انھیں کاموں کے لئے رام پور واپس بھیجنا چاہتا تھا لیکن جب میں نے اپنے اس ارادہ سے ان کو مطلع کیا تو اس کو قبول کرنے میں انھیں سخت پس وپیش ہوا جس میں میرے اپنے اندازے کے مطابق زیادہ دخل غالباً اس بات کا رہا ہوگا کہ اس وقت مختلف اسباب کی بنا پر درس گاہ میں نئے نئے مسائل سر اٹھانے لگے تھے۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے، اور موصوف طبعاً خواہ مخواہ کے جھمیلوں میں پڑنے سے ہمیشہ ہی گریزاں رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ان کے اس پس وپیش کی ایک دوسری قوی وجہ ان کا یہ تصور بھی ہو سکتا ہے کہ بحیثیت قیم جماعت وہ جماعت کی زیادہ وسیع اور بہتر خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

بہرحال، ان کے پس وپیش کے پیش نظر میں نے زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا اور بالآخر اپنا ارادہ ترک کردیا۔

(ب) ترمیمِ دستور

شوریٰ منعقدہ ۲۷، ۲۸، ۲۹ر اگست ۱۹۴۸ء میں ترمیم دستور کا مسئلہ بھی تفصیل سے زیر بحث آیا تھا۔

اس مسئلہ پر جب گفتگو شروع ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ سب سے پہلے اس سوال پر ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ترمیم کی کوئی ضرورت ہے یا نہیں اور ہم اس کے مجاز ہیں یا نہیں۔

اس بارے میں، میں نے اپنا یہ خیال عرض کیا کہ دستور میں کسی بنیادی تبدیلی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا البتہ جزوی اور لفظی ترمیمیں یا حذف و اضافہ ہم کر سکتے ہیں اور اس کی ضرورت بھی ہے۔

ارکان نے بھی اس سے اتفاق کیا اور طے کیا گیا کہ اس طرح کی تبدیلی کے ہم مجاز ہیں اور اس کے لئے مرکزِ قدیم اور ارکان سے مشورہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے اور جب بعض ارکان نے یہ تجویز پیش کی کہ پھر بھی ان دونوں کے مشورے

حاصل کرنا مناسب ہے، تو جناب مولانا صدرالدین صاحب، جناب یوسف صدیقی صاحب اور دوسرے ارکان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہر معاملہ میں مرکزِ قدیم کی طرف رجوع کرنے کا تخیل غلط ہے اور مصالح جماعت کے بھی منافی ہے۔ صدیقی صاحب نے مزید فرمایا کہ خود مولانا مودودی صاحب نے ان سے ملاقات کے وقت فرمایا تھا کہ علیٰحدگی جب ہو گئی تو اس کو ایک حقیقت کی طرح تسلیم کر لینا چاہیئے۔

عام ارکان سے مشورہ کے بارے میں اس کی ضرورت وافادیت وغیرہ پر مختصر گفت گو کے بعد طے کیا گیا کہ یہ معاملہ امیر جماعت پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ جو مناسب سمجھیں، کر سکتے ہیں۔

یہ فیصلہ ہو جانے کے بعد ـــــ کہ دستور میں تبدیلی کے ہم مجاز ہیں، اور اس کی ضرورت بھی ہے ـــــ بعد کے اجلاس میں بہت سی ترمیمات پیش ہوئیں اور ان پر تفصیلی بات چیت ہوئی جن کو یہاں نقل کرنے کی کوئی خاص ضرورت یا اس میں کوئی خاص افادیت مجھے اپنے طور سے محسوس نہیں ہو رہی ہے۔ کیوں کہ ہمارا اپنا دستور اب مختلف مراحل سے گزر کر ایک خاص شکل اختیار کر چکا ہے اور اسی کو ہم اپنے اور ملک و ملّت کے اس وقت کے حالات کے لحاظ سے اپنے لئے ہر طرح موزوں اور مناسب سمجھتے ہیں۔ البتہ اس اجلاس کا ایک خاص اور اہم فیصلہ جس کا تعلق براہِ راست ہمارے نصبُ العین سے ہے، کا تذکرہ یہاں مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔

نصبُ العین کے اظہار کے لئے کیا الفاظ مناسب ہوں گے ـــــ اس سوال پر غور کرتے وقت حسبِ ذیل تجویزیں پیش ہوئیں۔

۱:ـــــ "حکومتِ الٰہیّہ کا قیام"، کو بدل کر "اللہ کے بتائے ہوئے نظامِ حیات کا قیام" بنا دیا جائے۔

۲:ـــــ "حکومتِ الٰہیّہ" اور "اقامتِ دین"، کو ساتھ ساتھ رکھا جائے اور اس

اضافہ کی تشریح حاشیہ میں کردی جائے۔

۳:۔۔ اس فقرہ کو بعینہٖ قائم رکھا جائے اور حاشیہ میں اس کی شرح کردی جائے۔

لیکن بالآخر طویل گفتگو کے بعد میری پیش کردہ اس تجویز سے اتفاق کیا گیا کہ "حکومتِ الٰہیہ" کا لفظ بدل کر "اقامتِ دین" کردیا جائے اور حاشیہ میں تبدیلی کے وجوہ کی طرف مختصراً اشارہ کردیا جائے۔ اور اس کے مطابق عمل درآمد ہوا۔

(ج) مرکز کی منتقلی اجلاس شوریٰ منعقدہ ۱۷ تا ۱۹ جولائی ۴۹ء بمقام ملیح آباد میں یہ طے پایا تھا کہ مرکز ملیح آباد سے کسی بڑے شہر میں منتقل کرلیا جائے اور حتی الوسع کرایہ کے مکانوں میں گزر کی جائے تاآں کہ جماعت عمارات خریدنے کے قابل ہوجائے۔

اس فیصلہ پر عمل درآمد کے سلسلہ میں میرا ایک مفصّل بیان "الانصاف" مورخہ ۲۵ اکتوبر ۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اسے یہاں بعینہٖ نقل کیا جارہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے پوری صورتحال واضح طور سے سامنے آسکتی ہے۔

مرکزی درس گاہ کے رام پور منتقل ہونے کی اطلاع پہلے ہی دی جاچکی ہے۔ اب مکتبہ اور مرکز بھی وہیں منتقل کئے جارہے ہیں۔ اس لئے اب ۲۷ ذی الحجہ سے خط و کتابت حسب ذیل پتہ پر کی جائے۔

مرکز جماعتِ اسلامی ہند
رام پور اسٹیٹ (یوپی)

یہ انتقالِ مرکز، مجلسِ شوریٰ منعقدہ رمضان ۶۸ھ کے فیصلہ کے مطابق عمل میں لایا جارہا ہے جس میں متفقہ طور پر طے کیا گیا تھا کہ:

"مرکز ملیح آباد سے کسی بڑے شہر میں منتقل کرلیا جائے اور حتی الوسع کرایہ کے مکانوں میں گزر کی جائے تا آنکہ جماعت عمارات خریدنے کے قابل ہوسکے۔"

اور رامپور کے منتخب کئے جانے کے بارے میں بھی ارکانِ شوریٰ سے مشورہ کرلیا گیا ہے۔ عام طور پر ارکان نے اس کی بھی پُر زور تائید کی ہے۔ یہ فیصلہ جن وجوہ سے عمل میں آیا ہے ان کی پوری تفصیل بیان کرنے کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ البتہ جو بات بنیادی طور سے اس کی محرّک ہوئی ہے اس کا مختصراً اظہار کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ یہاں کام کے سلسلہ میں کچھ ایسی رکاوٹیں حائل ہیں جو کثیر روپیہ صرف کئے بغیر دور نہیں ہوسکتیں۔ اور اس وقت اس طرح کے کاموں پر روپیہ صرف کرنا نہ ممکن ہے اور نہ مناسب۔ اور اس کے برخلاف رام پور میں کچھ ایسی سہولتیں انشاءاللہ حاصل ہوسکتی ہیں جو بحالتِ موجودہ ہمارے لئے بہت قابلِ قدر ہیں۔ مثلاً طباعت و اشاعت کی سہولتیں وغیرہ۔ اور اسی کے ساتھ وہاں ہمارے ایک قریبی ہمدرد[۱] نے جماعت کے استعمال کے لئے

---

[۱] یہ رامپور (یوپی) کی ایک نہایت ناموراور معروف شخصیت جناب سیّد امجد علی صاحب مرحوم کی طرف اشارہ ہے۔ جماعتِ اسلامی کے لئے انھوں نے مختلف طریقوں سے نہایت قابلِ قدر اور ناقابلِ فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ مرکز کی موجودہ عمارت کی خریداری میں بھی ان کے برمحل مشورہ اور ہمّت افزائی کا خاصا دخل رہا ہے۔ (وہ میری طلب پر یہاں فوراً آموجود ہوئے تھے) مرکز کا موجودہ کمرہ نمبر ۳۰ انھوں نے مع فرنیچر اور ضروری سامان کے خود اپنے صرفہ پر تعمیر کرایا تھا تاکہ جب کبھی وہ مرکز تشریف لائیں تو اس میں قیام کریں۔

انھوں نے جماعت کے اپنے استعمال کے لئے رام پور میں جو مکانات دے رکھے تھے وہ اتنے وسیع و عریض تھے کہ مرکز کے دہلی منتقل ہونے سے پہلے وہ مرکز اور مرکزی عملہ

کچھ مکانات دیئے ہیں اور کچھ کے وعدے ہیں، جن کی بنا پر ہم عمارات پر زیادہ روپیہ صرف کئے بغیر اپنا بہت کچھ کام چلا سکتے ہیں۔ بہر حال ملیح آباد اور رام پور کے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے ہم اپنے طور سے یہی سمجھ رہے ہیں کہ اگر تقسیمِ ہند کے بعد خدائے کارساز نے ہمارے نظم کو بکھرنے سے بچانے کے لئے ہدایت علی صاحب کی پیش کش کا

(بقیہ گزشتہ صفحہ کا) امیر جماعت، قیم جماعت وغیرہ کی قیام گاہ کے طور پر استعمال ہوتے رہے اور بعد کو وہ مرکزی درس گاہ کے لئے زیرِ استعمال رہے۔

جماعت کے لئے، جمال پریس کی ملکیت کے حصول میں بھی ان کی سوجھ بوجھ، موقع شناسی اور حسنِ تدبیر کا خاصا بڑا دخل ہے جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ شخصی طور سے بھی میرے ساتھ ان کا معاملہ بہت کرم گسترانہ رہا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بھرپور اجر عطا فرمائے!

ان کے سلسلہ میں مجھے نہایت رنج و افسوس کے ساتھ یہ اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ ان کی زندگی کے آخری ایام ان کے لئے کچھ خوشگوار ثابت نہیں ہوئے۔ غیروں سے زیادہ خود اپنوں کے ہاتھوں انھیں طرح طرح کی تکلیفوں اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا جن سے ان کی ذہنی و جسمانی صحت بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔

اپنے بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو کچھ بھی معاملہ ہوتا ہے اس کی حکمت و مصلحت اس کے سوا کون جان سکتا ہے۔ لیکن اس کی توجیہ کے سلسلہ میں یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت سی دانستہ و نادانستہ کوتاہیوں اور لغزشوں کے لئے کفّارہ کا ایک ذریعہ بنانا چاہا ہو ——— بہر حال، ہماری دعا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہر طرح کی دانستہ و نادانستہ، شعوری و غیر شعوری لغزشوں، کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کے اچھے اعمال کو شرف قبول عطا کر کے انھیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

انتظام فرمایا تھا تو اب جب کہ یہ عبوری دور گذر گیا ہے اور جماعت کا نظم قائم ہو گیا ہے تو وہی کارسازِ مطلق اب ہمارے کام کو آگے بڑھانے کے انتظامات رامپور میں فرما رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے، ہم میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں ہے۔ اسلئے ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ پردۂ غیب میں کیا چھپا ہوا ہے، اور جو کچھ ہم سوچ رہے ہیں وہ کہاں تک پورا ہو سکے گا۔ ہر چیز خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ہمارا کام بس اتنا ہی ہے کہ حتی المقدور اس کام کے لئے کوشش کرتے رہیں جس کو ہم اپنی زندگی کا نصبُ العین سمجھتے ہیں، اور مستقبل کو تمام تر خدا کے حوالے کر دیں۔

اس اعلان کے ساتھ میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہدایت علی صاحب نے جو باغ اور جائداد جماعت کے لئے وقف کی تھی اس کی اگرچہ ابھی تک باقاعدہ رجسٹری نہیں ہو سکی ہے اور نہ فی الحال اس کی توقع ہی کی جا سکتی ہے کیوں کہ کم از کم جدید آرڈیننس ہی اس میں حائل ہے۔ لیکن بہر حال، وہ اسے وقف ہی سمجھ رہے ہیں اور آئندہ کے لئے وہ اپنا پختہ عزم ظاہر فرماتے ہیں کہ وہ اسے جماعت کے وقف کے طور پر برقرار رکھیں گے۔ اس لئے خواہ مخواہ یہ نہ سمجھا جائے کہ انتقالِ مرکز کے بعد ہمارا تعلق ملیح آباد سے بالکل ختم ہو رہا ہے۔ وقف کا یہ تعلق جب باقی رہے گا تو کیا عجب کہ آئندہ حالات ایسے ہو سکیں کہ ہم اپنے مستقل مرکز کے لئے اس کو پسند کر سکیں یا کم از کم اسے اپنے ذیلی مرکز و مدرسہ کے لئے استعمال کر سکیں۔

آخر میں ایک اور بات اپنے رفقاء کے علم میں لانی چاہتا ہوں، ہر چند انتقالِ مرکز کا یہ فیصلہ ہدایت علی صاحب کے لئے طبعًا خاصا رنج دہ ہونا چاہیے لیکن انھوں نے محض جماعتی مصالح کے تحت اس فیصلہ کا خیر مقدم نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ کیا ہے مجھے انکی یہ بات انکے وقف سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انکو اس پر جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسّلام

ابواللیث
۱۸ ذی الحجہ سنہ

(د) اَلاُنصَافُ ۔ الٰہ آباد

"اَلاِنصَاف" کو جماعت کی ملکیت میں لینے اور اس کے مقامِ اشاعت وغیرہ کے سلسلہ میں کچھ ضروری تفصیلات شوریٰ کے مختلف اجلاسوں کی رودادوں سے ذیل میں نقل کی جارہی ہیں جن سے ان امور کے سلسلہ میں ضروری اور مفید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

شوریٰ منعقدہ ۱۰/جنوری سنہ ۵۱ء لغایۃ ۱۳/جنوری سنہ ۵۱ء

"اَلاِنصَاف" کا معاملہ پیش ہوا، چوں کہ حکیم محمد خالد صاحب اس کو اپنی ملکیت سے خارج کرنا چاہتے تھے اس لئے امیرِ جماعت نے دریافت فرمایا کہ آیا اس کو جماعت کی ملکیت میں لینا بہتر ہوگا یا کسی اور رفیق ہی کی ملکیت میں اسے رہنا چاہئے۔

اس ضمن میں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا تھا کہ آیا "اَلاُنصَاف" الٰہ آباد ہی میں رہے یا اسے رام پور منتقل کر لیا جائے۔

"اَلاُنصَاف" کے معاملہ میں چوں کہ ارکانِ شوریٰ کی آرار مختلف تھیں اسلئے امیرِ جماعت نے فیصلہ کیا کہ حکیم محمد خالد صاحب، مولوی محمد اسحٰق صاحب الٰہ آباد سے اخبار کے فروخت کا معاملہ طے کر سکتے ہیں۔

شوریٰ منعقدہ ۲۴/اپریل سنہ ۵۳ء

امیرِ جماعت نے تجویز ۱ و ۲ کی مختصر توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ "الانصاف" ۹/جنوری سنہ ۵۳ء سے مقامی ارکانِ شوریٰ کے مشورہ سے جماعت کے زیرِ انتظام

لے لیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں محمد اسحاق صاحب کی دست برداری کی تحریر پڑھ کر سنائی۔ اور اس کے مقامِ اشاعت وغیرہ کے بارے میں جو تجویزیں تھیں، ان کا مختصر تعارف کرایا۔

شوریٰ منعقدہ ۲۹ / اپریل ۵۳ء

'الانصاف' کے مسئلہ پر غور ہوا، طے ہوا کہ 'الانصاف' جماعت کی ملکیت میں شائع ہو، البتہ اس بات کا دروازہ کھلا رکھا جائے کہ آئندہ کوئی صاحب یا کچھ لوگ مل کر اس کو معیارِ مقصود کے مطابق نکالنے پر آمادہ ہوں تو اس کی ملکیت پر دوبارہ غور کرلیا جائے۔

۳۰ / اپریل ۱۹۵۳ء

طے ہوا کہ 'الانصاف' دہلی منتقل کیا جائے لیکن اگر وہاں ڈکلریشن نہ مل سکے تو وہاں ارکانِ شوریٰ مقیم بہ مرکز کے مشورہ سے اس کا فیصلہ کرلیا جائے۔ چنانچہ اس کے بموجب 'الانصاف' کے نام سے ڈکلریشن نہ ملنے کی بنا پر "دعوت" کے نام سے ڈکلریشن حاصل کیا گیا اور جناب اصغر علی عابدی صاحب کی ادارت میں وہ "دعوت" کے نام سے ۱۳ / ستمبر ۵۳ء سے دہلی سے شائع ہونے لگا اور ۳۰ / اپریل کے اجلاسِ شوریٰ کے ایک فیصلہ کے بموجب جناب مُسلم صاحب کو معاون مدیر مقرر کیا گیا۔

ضروری التماس

یہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ اس کتاب کے موضوع۔کیوں اور کیسے۔ کے اعتبار سے بہت ساری جماعتی سرگرمیاں اپنی کسی نہ کسی مناسبت یا تھوڑی بہت اہمیت کی بنا پر اس دائرے میں شامل سمجھی جا سکتی ہیں لیکن وقت کی تنگی کی بنا پر اس وقت میں اس دائرۂ بحث کو محدود کرتے ہوئے صرف چند خاص جماعتی فیصلوں کی طرف، جن کی میری اپنی نگاہ میں اہمیت ہے، کچھ سرسری اشارات کرنے پر اکتفاء کروں گا۔

اپنے اس خیال کے مطابق میں نے اوپر اس نوعیّت کے کچھ جماعتی فیصلے قلم بند کیے ہیں۔ اب میں بس انہی پر اس سلسلہ کو ختم کر رہا ہوں۔ میرے حالات اب اس کو مزید وسعت دینے کی اجازت نہیں دیتے اور نہ فی الواقع اس کی چنداں ضرورت باقی رہ گئی ہے، بس مختصراً کچھ باتیں انہی مذکورہ واقعات کے سلسلہ میں عرض کرنی چاہتا ہوں۔

۱:— ان واقعات کے تذکرہ میں جا بجا میرے ذاتی احساسات بھی شامل ہیں جن سے ہر ایک کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں بذاتِ خود ان پر اعلانیہ بحث کا کوئی دروازہ کھولنا نہیں چاہتا۔ لیکن جو لوگ بھی ان کے سلسلہ میں مجھے میری کسی غلطی پر متنبّہ فرمائیں گے میں ان کا دل سے شکر گزار رہوں گا اور حتی الوسع اس کی اصلاح اور تلافی کی کوئی مناسب صورت اختیار کرنے کی بھی کوشش کروں گا۔

۲:— میں نے اپنی دانِست اور کوشش کی حد تک واقعات کو حتی الوسع ان کی اپنی

صحیح اور واقعی شکل میں قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے لیکن پھر بھی نادانستہ غلطیوں کے صدور سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ احباب و مخلصین کی طرف سے ان پر تنبیہ بھی باعثِ تشکر ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدِ نِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

وَالسَّلَام

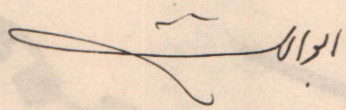

(ابواللیث)

۱۲؍ شوال سنہ ۱۴۱۰ھ مطابق ۸؍ مئی سنہ ۱۹۹۰ء

۵؍ بجے شام۔ دہلی۔

ضمیمہ

ضمیمہ (۱)

(ذیل میں وہ تقریر اختصار کے ساتھ درج کی جارہی ہے جو مجلس شوریٰ منعقدہ ۵ اپریل سنہ ۱۹۵۱ء میں امیر جماعت نے رفقاء سے خطاب کرتے ہوئے کی تھی۔)

ویسے تو جماعت کے متعدد ایسے مسائل ہیں جن پر مجھے اپنے صاحبُ الرائے رُفقاء کار سے مشوروں کی ضرورت ہے، لیکن اس وقت میں نے آپ کو عام حالات کے مسائل پر غور و فکر یا مشورہ کرنے کے لئے نہیں بلایا ہے اس کے لئے کوئی اور ہی موقع مناسب ہو سکتا تھا۔ بلکہ میرے نزدیک اس وقت وہ مسائل زیادہ اہمیت کے طالب ہیں جو اس وقت ملک کی موجودہ صورت حال کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے ان پر غور کرنا ہے باقی ان سے فارغ ہو جانے کے بعد اگر فرصت میسّر آسکی تو دیگر عام مسائل پر بھی میں آپ کے مشوروں سے مستفید ہونے کی کوشش کروں گا۔

مجھے یقین ہے کہ آپ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہو گا جو موجودہ حالات اور ان سے پیدا شدہ مسائل سے واقف نہ ہو یا اس نے ان حالات و مسائل پر جماعتی نقطۂ نظر سے غور و فکر نہ کیا ہو، لیکن

اس وقت ان حالات و مسائل کی طرف آپ کی توجہ کو مائل و مرتکز کرنے کے لئے میں مختصراً ان کا ایک سرسری خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

فرقہ وارانہ فسادات ہندوستان و پاکستان کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ انگریزی دورِ حکومت میں بدقسمت اہل ملک کو آئے دن فرقہ وارانہ فسادات کا تلخ مزہ چکھنا پڑتا رہا ہے۔ خود تقسیمِ ہند کے وقت جو فتنہ و فساد اُٹھ کھڑا ہوا تھا وہ اتنا شدید تھا کہ اس کے تصوّر سے اب بھی ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں اور افسوس ہے کہ انگریزوں کے چلے جانے کے بعد بھی ان فسادات کا سلسلہ ختم نہیں ہوا ہے۔ ان دونوں ملکوں کے مختلف حصّوں میں یہ برابر رونما ہوتے رہے ہیں چنانچہ آج بھی ان کا سلسلہ جاری ہے۔ اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو پچھلے دنوں دونوں بنگالوں میں اور ان کے بعد ملک کے دوسرے حصّوں میں جو کچھ ہوا ہے وہ ہمارے لئے کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے اور نہ وہ ہمارے لئے بہت زیادہ فکر و تشویش کا موجب بن سکتا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ واقعہ ہے کہ یہ واقعات کچھ اس انداز سے واقع ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں اور جماعت پر، عام مسلمانوں پر اور ملک پر ان کے کچھ ایسے اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں کہ اس وقت اس پوری صورت حال پر نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے۔

سب سے پہلے میں اختصار کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان واقعات کا ہماری جماعت اور افرادِ جماعت پر کیا اثر پڑا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت تک فساد زدہ علاقوں سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ عام طور سے ہمارے رفقاء ان کے مضر اثرات سے محفوظ رہے ہیں۔ بریلی اور شاہجہاں پور میں ہمارے بعض ہمدردان جماعت کو کچھ معمولی طریقہ سے چوٹیں تو ضرور لگی ہیں اور کہیں کہیں بعض رفقاء کی دوکان یا سامان کا نقصان بھی ہوا ہے لیکن بحمداللہ کسی جانی نقصان یا کسی بڑے مالی نقصان کی اب تک کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ قابلِ شکر بات یہ ہے کہ اس فساد کے دوران میں ہمارے رفقاء کی عام اخلاقی حالت نسبتاً بہت اچھی رہی۔ جن مقامات سے مسلمانوں نے عام طور سے بھاگنا شروع کر دیا ہے ہمارے رفقاء وہاں بھی اپنی جگہ عزم و ہمت کے ساتھ جمے ہوئے ہیں اور ان میں جو زیادہ صاحب ہمت ہیں وہ اپنے گھروں سے نکل کر فسادات کی روک تھام اور امداد ی کاموں میں بھی حصّہ لے رہے ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ یہ واقعہ ہے کہ ان فسادات کی وجہ سے ہمارے بہت سے رفقاء کچھ ذہنی الجھنوں میں ضرور مبتلا ہو گئے ہیں۔ رفقاء کی مالی حالت بالعموم پہلے ہی سے خراب ہے اور موجودہ حالات نے تو اس کو اور زیادہ خراب کر دیا ہے جس کا مقابلہ کرنے میں ہمارے

رفقاء کو خاصی دُشواریاں پیش آرہی ہیں اور اس معاشی پریشانی سے بھی بڑھ کر ایک اور پریشانی بھی بہت سے حلقوں میں درپیش ہے۔ بعض رفقاء کے تمام اعزا و اقرباء یا تو پاکستان جا چکے ہیں یا جانے کی تیاریوں میں مشغول ہیں اور ان کا یہ شدید اصرار رہے کہ ہمارے یہ رفقاء بھی ہماری رفاقت چھوڑ کر ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ اس طرح کے متعدد واقعات میرے سامنے آئے ہیں اور مجھ سے دریافت کیا گیا ہے کہ اس صورت میں ان کا رویہ کیا ہونا چاہیئے۔ یہ سوال ہمارے لئے ایک خاص غور طلب مسئلہ بن گیا ہے۔ اس مسئلہ کی جو مذہبی حیثیت ہے وہ تو اپنی جگہ پر ہے اور اس میں کچھ زیادہ اشکال نہیں ہے، لیکن اس پہلو کے علاوہ اس ضمن میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس طرح کے لوگوں کو جو معاشی اور معاشرتی مشکلات سے دو چار ہوں ترکِ وطن کرنے کی اجازت دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اوّل تو دعوتِ حق کا کام کرنے والوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی رہے گی اور دوسرے اس کا ایک نہایت خراب نفسیاتی اثر عام مسلمانوں پر پڑ سکتا ہے جو موجودہ حالات سے متاثر ہو کر ترکِ وطن کرنا چاہتے ہیں اور جن کے سامنے صبر و استقامت کے اعلیٰ نمونے پیش کرنے کی ازحد ضرورت ہے۔ اور اگر ان رفقاء کو ان کے قیام کے ان ضروری فائدوں کا واسطہ دلا کر روکا جاتا ہے تو اس صورت میں ہماری اس بڑی اخلاقی ذمہ داری کا سوال پیدا ہو جاتا ہے جس

سے عہدہ بر آ ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے یعنی یہ کہ ہم ان کی معاشی و معاشرتی پریشانیوں کو دُور کرنے میں ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔

یہ تو ہوا حالات کا ایک رُخ جو خالص جماعت سے متعلق ہے اب عام مسلمانوں کو سامنے رکھ کر غور کیجئے یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ ہم ایک ایسی دعوتِ حق لے کر اُٹھے ہیں جس کا کوئی خصوصی تعلق کسی قوم یا ملک سے نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ ایک ایسا نظامِ زندگی ہے جس کے اصول تمام بنی نوع انسان کا مشترک ورثہ ہیں اور جن کے ساتھ تمام عالم انسانیت کا مفاد وابستہ ہے لیکن اس کے باوجود ہم جس قوم میں پیدا ہوئے ہیں یا جس وطن سے تعلق رکھتے ہیں اس سے اپنے کو بے تعلق نہیں کر سکتے۔ ہمارے فطری روابط فطری حد کے اندر ان دونوں کے ساتھ ہیں اور رہیں گے۔ نہ وہ مٹائے جا سکتے ہیں اور نہ انہیں مٹانا چاہیے۔ پھر مسلم قوم کے ساتھ تو ہمیں ایک اور حیثیت سے بھی لگاؤ ہے اور یہ ہماری دعوت کا پہلو ہے۔ اس وقت دنیا میں مسلمان ہی وہ قوم ہیں جو ہماری دعوت کے براہ راست مخاطب بن سکتے ہیں کیونکہ وہ اُصولاً اور عقیدتاً ہماری دعوت کے اصولوں کو تسلیم کرنے کے مدّعی ہیں۔ پس ان کو اور ان کی حالت کو ہم کسی حال میں نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اب دیکھئے اس وقت اس قوم کا حال کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس کی تفصیل بیان کرنے کی چنداں ضرورت

نہیں ہے۔ ان کا حال جیسا کچھ ہے آپ پر روشن ہی ہے۔ عام مسلمان مدّتوں سے جو زندگی گزارتے رہے ہیں، اس میں تعلق باللہ اور اعتماد علی اللہ کی کیفیت کا افسوسناک حد تک فقدان رہا ہے، ان کی زندگی عام طور سے دنیاوی ظاہری سہاروں پر بسر ہوتی رہی ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ موجودہ حالات میں مسلمانوں کے لئے نہ ایسے سہارے میسّر آ سکتے ہیں اور نہ وہ ان کے لئے کچھ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنی پچھلی تاریخ میں جبکہ ان کے اندر خداشناسی کی رُوح کارفرما تھی، اس سے زیادہ پر مصائب ادوار کا مقابلہ ہمت و استقلال کے ساتھ کرتے رہے ہیں، آج وہ اس وقت کے مصائب کے مقابلہ میں اس درجہ عاجز و درماندہ ثابت ہو رہے ہیں کہ وہ صبر و استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنا امن دوسرے ملکوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ عام مسلمانوں میں ایک بھگدڑ سی مچی ہوئی ہے۔ جن مقامات پر فسادات ہوئے بھی نہیں ہیں وہاں سے بھی ان کے قدم محض اندیشوں کی بنا پر اُکھڑ گئے ہیں۔ موجودہ حالات سے وہ کچھ اتنے پریشان ہیں کہ وہ یہ سوچنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے کہ کہاں جا رہے ہیں اور کس حال میں جا رہے ہیں۔ بس ہر شخص یا تو بھاگ رہا ہے یا اپنی جگہ دم بخود کھڑا ہے، گویا موت کا منتظر ہے۔ یہ ہے حالت اس قوم کی جس کی تعداد ہندوستان میں اب بھی چار کروڑ کے لگ بھگ ہے اور جو اپنے پیچھے ہمت و جرأت

اور استقلال و استقامت کی ایک بہت بڑی اور شاندار تاریخ رکھتی ہے۔ کیا اس قوم کی یہ پریشان حالی ہمارے لئے لائق اعتنا۔ نہیں ہوسکتی ؟

اب آیئے موجودہ حالات کا ملک پر جو اثر پڑ رہا ہے اس کا بھی مختصر جائزہ لیا جائے۔

یوں تو فرقہ پرستی اس ملک کی ایک عام وبا تھی جو اپنا ظہور مختلف شکلوں میں ہمیشہ دکھلاتی رہی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مختلف اسباب کے تحت اس نے اب اور زیادہ شدّت اختیار کرلی ہے اوّل تو عوام میں جو مذہبیت پائی جاتی ہے وہ بجائے خود ایک دوسرے سے نفرت و کراہت پیدا کرنے کا محرک ہے کیونکہ مذہب کی اصلی صورت عرصہ ہوا رخصت ہوگئی ہے اور اس کی جگہ ان تصورات نے لے لی ہے جن کو نام تو مذہب کا دیا گیا ہے لیکن وہ ایک مخصوص مذہبی طبقہ کے مزعومات وخواہشات کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ پھر اس پر طرفہ تماشہ یورپ سے آئی ہوئی وہ قوم پرستی ہے جو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سکھاتی کہ اپنی قوم کے سوا ہر ایک کو غیر سمجھا جائے اور ضرورت پڑے تو اس کے مفاد پر ہر اصول، عدل و انصاف کو قربان کردیا جائے اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا طرز عمل بھی ایک عرصہ سے کچھ ایسا ہی رہا ہے کہ وہ اس قوم پرستی کا مداوا ثابت ہونے کی بجائے اس کو اور زیادہ ہوا دینے والا ثابت ہو رہا ہے۔

ضمیمہ (۲)

جماعت اسلامی حیدرآباد

ازجناب مولانا ابواللیث صاحب اصلاحی ندوی

اجتماع الہٰ آباد کے موقع پر جناب محمد یونس صاحب قیمّ حیدرآباد کا ایک مکتوب موصول ہوا تھا جس میں انہوں نے خواہش ظاہر کی تھی کہ انڈین یونین کے لئے جماعت کا جو نظم قائم کیا جارہا ہے اس سے حیدرآباد کو وہاں کے مخصوص حالات کی بنا پر علیحدہ رکھا جائے۔ یہ خط اجتماع میں پڑھ کر سُنایا گیا تھا لیکن چونکہ یہ مسئلہ اہم تھا اور اس وقت تک یہاں کوئی باقاعدہ امارت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ جو ذمہ دارانہ طور سے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرسکتی اس لئے طے کیا گیا تھا کہ ان کی اس خواہش سے امیر جماعت مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب کو مطلع کردیا جائے۔ چنانچہ اجتماع کی جو رپورٹ منظوری کے لئے مرکز روانہ کی گئی تھی اس میں خاص طور سے یہ کارروائی بھی درج تھی۔ لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہوچکا ہے اس اجتماع ہی کے لئے امیر موصوف نے ایک خط روانہ کیا تھا جو ڈاک کی ابتری کی وجہ سے اجتماع کے دو ایک روز بعد پہنچا۔ اس خط میں امیر موصوف نے امارت کے علاوہ حیدرآباد کے اس مسئلہ پر بھی پیشگی اظہار خیال فرمایا تھا جو ان ہی کے الفاظ میں

یہ تھا:

"حیدرآباد کے مسئلے کے متعلق بھی وہاں کے ارکان سے مشورہ لے لیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو وہاں کا نظام بھی ہندوستان کے نظام سے علیحدہ کر دیا جائے کیونکہ بظاہر حالات اب وہاں کا نظام بھی ہندوستان کے ساتھ چلانا مشکل ہو گا جو مناسب صورت ہو اختیار کر لی جائے۔"

اجتماع تو ختم ہو چکا تھا لیکن مولانا کی تجویز اور الٰہ آباد کے فیصلہ کے مطابق جماعت کی ذمہ داریاں میرے سر آپڑی تھیں اس لئے میں نے جناب یونس صاحب کو ایک خط لکھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ہر چند ہماری خواہش تو یہی ہے کہ جب ہم دونوں ایک ہی راہ کے مسافر ہیں تو جہاں تک ممکن ہو ایک دوسرے کی رفاقت کرتے رہیں لیکن اگر بہ حالات موجودہ عملاً یہ رفاقت ممکن نہ ہو تو علیحدگی کے سوا چارہ نہیں اور ان کو یہ بھی لکھا کہ وہ اس سوال کے متعلق حیدرآباد کے دوسرے ارکان سے مشورہ کر کے فیصلہ سے مطلع کریں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس سوال پر ارکان کی رائیں حاصل کرنے یا ان سے مشورہ کرنے کے لئے کیا صورت اختیار کی گئی اور ارکان کا رویہ اس کے متعلق کیا رہا، لیکن بہر حال یونس صاحب کے جو خطوط اس دوران میں آتے رہے ان سے ہم نے یہی سمجھا کہ وہاں کے لوگوں نے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا ہے اور وہاں جلد ہی ایک الگ نظام قائم کیا جا رہا ہے۔ اسی دوران میں

مولانا مودودی صاحب کا ایک دوسرا خط بھی آیا جس میں الٰہ آباد کے فیصلوں کی تصدیق تھی اور خاص حیدر آباد کے مسئلہ پر انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ:

"حیدر آباد کے متعلق جو کچھ میں اندازہ کر سکا ہوں اس کے لحاظ سے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سر دست اسے انڈین یونین کے نظام جماعت سے الگ ہی رہنے دیا جائے۔ جب تک حیدر آباد کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ نہ ہو جاتے اس کا آخری تصفیہ مشکل ہے۔"

ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہی مناسب معلوم ہوا کہ فی الحال حیدر آباد کا نظم جماعت یہاں کے نظم جماعت سے الگ ہو جائے چنانچہ یونس صاحب کو خط لکھ دیا گیا کہ:

"اگر آپ حضرات انڈین یونین سے اپنی جماعت کا نظم الگ کرنا چاہتے ہیں تو اس پر ہم کو اعتراض نہیں ہے اگرچہ افسوس ضرور ہے خدا کرے کہ یہ علیحدگی عارضی ثابت ہو اور جلد حالات اس قابل ہو سکیں کہ ہم اور آپ مل کر دین کی خدمت کر سکیں۔"

اب سر دست حیدر آباد کا انڈین یونین کی جماعت سے کوئی عملی تعلق باقی نہیں رہا اور غالباً اس تحریر کے شائع ہونے تک وہاں الگ نظام جماعت کی باقاعدہ تشکیل بھی عمل میں آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس علیحدگی کو مبارک کرے اور ہمارے حیدر آبادی رفقاء کسی رکاوٹ کے

بغیر اپنا کام استقلال کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔

ہمارے رفقاء جماعت میں جماعتی زندگی اور اجتماعی نظم وضبط کی اہمیت کا احساس جس درجہ میں پایا جاتا ہے اس کے لحاظ سے ہمیں اندیشہ ہے کہ شاید ان میں سے بہتوں کے لئے یہ علیٰحدگی بہت شاق گزرے گی اور واقعہ یہ ہے کہ خود ہمارے لئے بھی یہ علیٰحدگی کافی اذیّت اور افسوس کا باعث ہوئی ہے۔ جس راستہ کو ہماری جماعت نے اختیار کیا ہے وہ کوئی عام اور سہل راستہ نہیں ہے جس پر چلنے والے بکثرت مل سکتے ہوں اور اس کی وجہ سے رفقاء کے بچھڑنے کا کوئی غم ہمیں نہ ستائے۔ اس راہ میں ہمارے ساتھ چلنے والے، جیسا کہ معلوم ہے بہت تھوڑی ہی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور یہ جتنے کچھ بھی ہیں ان کو کسی دنیاوی غرض و مفاد کے بجائے محض مقصد کے اتحاد نے ایک مضبوط رشتۂ مؤدت میں منسلک کر دیا ہے اس لئے ان کی جدائی یقیناً ہر رفیق کے لئے ایک تکلیف دہ امر ہے لیکن یہ بات ہمیں فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ ہمارا اصل تعلق مقصد سے ہے اور اس کی خاطر اگر تھوڑی دیر کے لئے ہمیں اپنے عزیز سے عزیز تعلق کو بھی منقطع کرنا پڑے تو ہمیں اس میں مطلق پس و پیش نہیں ہونا چاہیئے۔ اس وقت حیدر آباد کے جو مخصوص حالات ہیں ان کے لحاظ سے وہاں کی جماعتوں کے ساتھ تعلق رکھنے میں تقریباً وہی عملی دشواریاں حائل ہیں جو مرکز قدیم سے تعلق رکھنے میں حائل

تھیں اور جن کی بنا پر مجبوراً ہمیں علیٰحدگی کا فیصلہ کرنا پڑا تھا اور اگر یہی لیل ونہار رہے تو آئندہ اس سے بھی زیادہ دشواریوں کے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں جذبات کے بجائے سمجھ بوجھ سے کام لینے کی ضرورت ہے اور یقیناً فی الحال اس کا تقاضا یہی ہے کہ حیدرآباد کی جماعت کو یہاں کے نظم ونسق سے بالکل علیٰحدہ رکھا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ علیٰحدگی کی حالت میں بھی ہندوستان اور حیدرآباد کی جماعتیں جس حد تک ممکن ہوگا آپس میں تعاون کرتی رہیں گی اور جب حالات کسی خاص کروٹ بیٹھ جائیں گے اور موجودہ دشواریاں ختم ہو جائیں گی تو اس وقت کوئی وجہ نہیں کہ ایک ہی راستہ کے یہ دونوں مسافر پھر یکجانہ ہو جائیں۔

مولانا مدظلہٗ کے خط کا جو اقتباس اوپر نقل کیا گیا ہے اس میں اس کی صراحت موجود ہے کہ علیٰحدگی کی یہ تجویز عارضی اور موجودہ حالات کے پیش نظر ہے اور اس کا مستقل فیصلہ، مستقل حالات پیدا ہونے کے بعد ہی کیا جاسکے گا اور ہمیں یقین ہے کہ ہمارے حیدرآبادی رفقاء نے بھی فی الحال اسی خیال وجذبہ کے ماتحت یہ فیصلہ کیا ہوگا۔ جماعتی نظم کے فوائد اور جماعت اسلامی کے پیش نظر مقاصد کی اہمیت کا جس کے دل میں صحیح احساس ہوگا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی بلاضرورت اپنے رفقاء کار سے علیٰحدہ ہونے کا تصوّر نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے تو سب سے زیادہ قیمتی متاع اگر کوئی ہوسکتی ہے تو وہ رفقاء کی رفاقت اور تعاون ہی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو لنگڑے لولے رفقاء بھی میسّر آسکیں تو ان کی رفاقت کو بھی وہ

اس پر ترجیح دے گا کہ اس پُر خطر راستہ پر تنہا اپنا سفر جاری رکھے۔ ہمیں اس ضمن میں حیدر آباد کے رفقاء کے خیالات معلوم کرنے کا ابھی کوئی خاص موقع تو حاصل نہیں ہوا ہے لیکن جو خطوط اس دوران میں آتے رہے ہیں وہ کافی حد تک اطمینان بخش ہیں، خود یونس صاحب کے خطوط سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حیدر آباد کی علیٰحدگی کا فیصلہ حالات کی مجبوری ہی کا نتیجہ ہے۔ بعض دوسرے رفقاء نے بھی جماعت اسلامی کے دو تین مرکزوں میں تقسیم ہو جانے پر جو محض مجبور کن حالات کا نتیجہ ہے اپنی گہری تشویش کا اظہار کیا ہے اور بدرجۂ مجبوری وفاق کے ذریعہ مرکزیت پیدا کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ یہ تجویز اگرچہ کوئی قابل عمل تجویز نہیں ہے کیونکہ وفاق کے ذریعہ اگر مرکزیت پیدا کرنا ممکن ہوتا تو یہ علیٰحدگی کی نوبت ہی کیوں آتی۔ یہ علیٰحدگی کا فیصلہ تو کیا ہی اس لئے گیا ہے کہ موجودہ حالات میں تعلّق کا باقی رہنا ممکن نہیں ہے۔ نیز ہمارے نزدیک علیٰحدگی ہر حال میں معیوب بھی نہیں ہے بلکہ ناگزیر حالات میں، بالخصوص جبکہ تحریک کامیابی کے دور میں داخل ہونے کے بجائے، ابھی محض تبلیغ کے مرحلہ سے گذر رہی ہو بسا اوقات علیٰحدگی کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے اور ان حالات میں وفاق محض بے کار شے ہے۔ لیکن بہر حال اس تجویز سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے حیدر آبادی رفقاء بھی دل سے کیا چاہتے ہیں۔ بہر حال یہ باتیں آئندہ سے متعلق ہیں جن پر خواہ مخواہ ابھی وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت ہماری توجّہ حال کے مسائل پر مبذول ہونی چاہیئے اور اس

کے پیشِ نظر یہ عارضی علیٰحدگی کچھ نامناسب نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری مدد اور رہنمائی فرمائے اور ہمیں اپنے دین کی خدمت کی صحیح توفیق عطا فرمائے۔

لیکن اس ضمن میں ایک بات اور واضح کر دینی چاہتا ہوں۔ حیدرآباد کی یہ عارضی تقسیم ناگزیر حالات کا نتیجہ ہے اور یقیناً اگر اسی طرح کے حالات کسی اور علاقہ کو بھی علیٰحدہ کرنے کے متقاضی ہوئے تو ہم بلاتامّل اس کو بھی علیٰحدہ کر دیں گے اور محض تعلق ظاہری کو برقرار رکھنے کی خاطر کام کو نقصان پہنچنے کے کبھی بھی روادار نہیں ہوں گے۔ لیکن ہمارے رفقاء کو یہ بات عام طور سے ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ جماعتی مفاد کے لئے جماعت کا استحکام از بس ضروری ہے اور معمولی دقتوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے اس استحکام کو کبھی صدمہ نہیں پہنچنے دینا چاہیئے اور نہ ہم اس کی کسی حال میں اجازت دے سکتے ہیں ورنہ پھر تو ہماری قوت بالکل ہی منتشر ہو کر رہ جائے گی اور ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اس بارے میں مولانا مودودی صاحب کے خط کا یہ فقرہ ہمیشہ ہر رُکنِ جماعت کو سامنے رکھنا چاہیئے جو حیدرآباد کے مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے تحریر فرمایا ہے۔ "باقی انڈین یونین کے کسی علاقہ کو آپ کے نظامِ جماعت سے الگ رہنے کا حق نہیں ہے اِلّا یہ کہ کوئی جماعت ہی سے الگ ہو جائے۔"

بلکہ مولانا موصوف کے نزدیک ایک خاص حد تک آمد و رفت کی اور تعلق کی رکاوٹیں بھی علیحدگی کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں ہو سکتیں۔ مولانا اجتماع الٰہ آباد میں رفقاء مدراس کی عدم شرکت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں خیال کرتا ہوں کہ راستوں کے پرُ خطر ہونے کی وجہ سے اہلِ مدراس نے الٰہ آباد کے اجتماع میں شرکت نہ کی ہو گی بہرحال اس معاملے کو صاف صاف ان سے پوچھ لینا چاہیے اس میں شک نہیں کہ حیدر آباد کے پیچیدہ حالات کی وجہ سے جنوبی ہند کی جماعتوں کا تعلق آپ کے مرکز سے کچھ مدّت تک کمزور رہے گا اور آمد و رفت وغیرہ کی دقتیں بھی رہیں گی لیکن اس سے زیادہ دقتیں ہم کو مشرقی پاکستان کے سلسلہ میں پیش آ رہی ہیں ان دقتوں کا اگر لحاظ کیا جائے تو ہمارا نظام جماعت بالکل ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لہٰذا جب تک قطعًا ناگزیر نہ ہو جائے کوشش کرنی چاہیئے کہ جماعت کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔"

ان سطروں کے بعد اس مسئلہ پر مزید کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں البتہ چونکہ رفقاء مدراس کا ذکر اس ضمن میں ایک خاص نہج سے آگیا ہے اس لئے اس کے بارے میں یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اجتماع الٰہ آباد کی جو کارروائی مرکز بھیجی گئی تھی اس

میں اگرچہ یہ لکھ دیا گیا تھا کہ رفقاء مدراس راستہ کے پُرخطر ہونے کی وجہ سے شریکِ اجتماع نہیں ہو سکے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا بھی تذکرہ کر دیا گیا تھا کہ بعض خاص باتوں کی بنا پر بعض شرکاء اجتماع کو شبہ ہوا تھا کہ ان کی عدم شرکت کہیں علیٰحدگی پسندی کا نتیجہ تو نہیں ہے، مولانا نے اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا جواب دیا ہے اور شاید واقعہ یہی ہے جو مولانا نے سمجھا ہے۔ مدراس کے رفقاء میں مولانا اسمٰعیل صاحب رکن مجلسِ شوریٰ مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری قیم حلقہ مدراس، مولانا سید امین صاحب امیر جماعت اسلامی عمر آباد اور جناب عبداللہ شریف صاحب کے خطوط اس وقت تک آچکے ہیں اور وہ سب الٰہ آباد کے فیصلوں سے قطعی متفق ہیں اور جماعت کا کام حسب دستور انجام دے رہے ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

جماعت حیدرآباد کی علیٰحدگی کے بعد اب ہمیں علاقہ برار کا ازسرنو انتظام کرنا ہوگا جو گذشتہ اجتماع ٹونک میں حلقۂ راجپوتانہ سے الگ کر کے حیدرآباد کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا تھا۔ مستقل انتظام تو شاید اس وقت ہی کیا جا سکے گا جب حلقوں کی جدید تقسیم کے مسئلہ پر باقاعدہ غور کیا جائے گا لیکن سردست ہم اس کو مناسب سمجھتے ہیں کہ علاقہ برار پھر حلقہ راجپوتانہ سے ملحق کر دیا جائے۔ اس حلقہ کے قیم جناب محمد یوسف صاحب صدیقی

(محلہ قافلہ نزد مسجد غول ٹونک راج) ہیں۔ برار کی جماعتیں اور منفرد ارکان اپنی ماہانہ رپورٹیں ان ہی کے پاس بھیجیں اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ حاصل کرتے رہیں۔

ضمیمہ (۳)

باسمہٖ

مرکز جماعت اسلامی

ضروری اعلان

انڈین یونین میں جماعت اسلامی کے کام کو جلد از جلد منظم کرنے کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ مرکز جدید کو فوری طور پر ضروری معلومات حاصل ہو جائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں تمام اُن حضرات کے پاس خطوط روانہ کر دیے گئے ہیں جو اب تک مختلف حلقوں میں قیمین کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور اُن سے کچھ استفسارات جو اُن کے حلقوں سے متعلق ہیں کئے گئے ہیں۔

نیز ان ہی قیمین حضرات کی معرفت مقامی امرائے جماعت کے پاس ایک مطبوعہ خط بشکل سوال نامہ، بھیج دیا گیا ہے جس کے جوابات براہِ راست مرکز میں منگوائے گئے ہیں تاکہ ملک کی تمام مقامی جماعتوں کے حالات تفصیل کے ساتھ ہم کو جلد از جلد معلوم ہو جائیں۔

قیمین حلقہ کی معرفت ہر مقامی جماعت، نیز منفرد ارکان کے پاس رکنیت کے گوشوارے بھی بھیج دیئے گئے ہیں تاکہ انڈین یونین کے رہنے والے تمام ارکان نئے سرے سے ان گوشواروں کو پُر کر کے مرکز کو جلد از جلد روانہ کر دیں۔ اس طرح ہم کو ہر رُکنِ جماعت

کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہو جائیں گی۔
اگر انڈین یونین میں رہنے والے کسی حلقہ کے قیم، یا کسی مقامی جماعت کے امیر یا کسی منفرد رُکن کے پاس علی الترتیب مندرجہ بالا کاغذات نہ پہنچے ہوں تو وہ مرکز سے براہ راست منگوا لیں۔
کاغذات مندرجہ بالا کے جوابات بعض جگہوں سے آنا شروع ہو گئے ہیں لیکن جن مقامات سے ضروری معلومات ابھی تک فراہم نہیں کی گئی ہیں یا رُکنیت کے گوشوارے پُر کر کے واپس نہیں کئے گئے ہیں وہ براہ کرم جلدی اقدام کریں۔

فی الحال قیمین کے حلقوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ جو حضرات جن حلقوں میں قیمین کے فرائض ابھی تک انجام دیتے رہے ہیں وہ حسب دستور سابق اپنے حلقوں میں اُن فرائض کو انجام دیتے رہیں گے۔ تمام مقامی جماعتیں اور منفرد ارکان اپنے حلقہ کے قیم کو اپنے کام کی ماہانہ رپورٹیں حسب دستور سابق مقررہ وقت پر روانہ کرنا شروع کر دیں۔ رپورٹوں کی ترتیب میں تمام ضروری چیزوں کے متعلق معلومات فراہم کی جائیں جیسا کہ اب تک دستور رہا ہے۔ اگر ضرورت محسوس کی گئی تو رپورٹوں کی ترتیب کے متعلق مناسب ہدایات بعد کو شائع کر دی جائیں گی۔
تا اطلاع ثانی تمام مقامی جماعتیں اور منفرد ارکان اپنے ماہانہ

کام کی رپورٹوں کی ایک نقل مرکز بھی براہ راست روانہ کیا کریں۔ یہ رپورٹیں مرکز میں ہر قمری ماہ کی دس تاریخ تک بلاناغہ پہنچ جانا چاہئیں۔ مرکز کو یاد دہانی کی ضرورت نہ پیش آنی چاہیے۔ تااطلاع ثانی ان رپورٹوں کے ساتھ بیت المال کے حسابات کی نقل بھی ہر ماہ براہ راست مرکز کو آنی چاہیے۔

تمام قیمّین حضرات بھی حسب دستور سابق اپنے اپنے حلقوں کی رپورٹیں مقررہ وقت تک مرکز میں بھیجنا شروع کردیں اور اپنی ماتحت جماعتوں اور منفرد ارکان کو تاکید کردیں کہ وہ وقت مقررہ پر اپنی رپورٹیں ضرور بھیج دیا کریں۔

امیر جماعت نے مشرقی یو۔پی یعنی اعظم گڈھ، بنارس، جونپور غازی پور، گورکھپور، دیوریہ، بلیا، بستی اور مرزاپور کے اضلاع کے حلقہ کے لئے فی الحال جناب مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کو متعلقہ جماعتوں سے مشورہ کے بعد اس حلقہ کا قیم مقرر کردیا ہے۔ اس حلقہ کی جماعتیں اور منفرد ارکان متعلقہ اُموں میں ان کی طرف رجوع کریں۔

اگر کسی مقامی جماعت کی امارت میں تغیّر ہوا ہو یا آئندہ کسی رفیق کو مقامی امیر منتخب کیا جائے تو منتخب شدہ امیر اپنے حلقہ کے قیم کی معرفت مرکز

سے اپنی امارت کی منظوری حاصل کرلیں۔

نیز رکنیت کی تمام نئی درخواستیں بواسطہ قیم حلقہ مرکز کی منظوری کے لئے آنی چاہئیں۔

اسی طرح اگر کسی مقام پر نئے سرے سے جماعت کی تشکیل ہو تو اس کی بھی منظوری قیم حلقہ کی معرفت مرکز سے منگوالی جائے۔

جماعت کے نئے مرکز واقع محمود نگر (ملیح آباد) میں ہم کو ایک اچھی خاصی لائبریری کی ضرورت ہوگی جس میں اُردو، فارسی، عربی، ہندی اور انگریزی کی کتابیں موجود ہوں۔ جن ارکان یا ہمدردان کے پاس تفسیر، احادیث فقہ، لغت، عام معلومات، معاشیات، سیاست حاضرہ اور علوم جدیدہ وغیرہ کی کتب کا ذخیرہ ہو یا کسی زبان میں کسی خاص فن کے متعلق کوئی کتاب یا کتابیں موجود ہوں وہ ہدیتہً یا مُستعارہ جماعت کی لائبریری کو عنایت فرمائیں اس کے علاوہ جو حضرات اس قسم کے ذخیرے یا کوئی کتاب الگ کرنا چاہیں یا ان کو علم ہو کہ دوسرے لوگ ان کتابوں کو الگ کرنا چاہتے ہیں تو وہ براہ کرم قیم جماعت کو اطلاع دے کر شکر گزار کریں۔

مرکز کے زیر اہتمام جس مکتبہ کی تجویز ہے وہ ابھی بعض موانع کی وجہ سے قائم نہیں ہو سکا ہے اس لئے عارضی طور پر مکتبہ کے ہندی شعبہ کی ایک شاخ بنارس میں قائم کردی گئی ہے۔ جہاں سے فی الحال حسب ذیل ہندی

کتابیں مل سکتی ہیں۔

۱۔ سلامتی کا راستہ ۵ر

۲۔ سرورِ عالم اور نبوّتِ محمدی کا عقلی ثبوت ۵ر

جن حضرات کو ان کتابوں کی ضرورت ہو وہ جناب محمد ضمیر عالم صاحب کبیر روڈ گولا دینا ناتھ۔ بنارس سے طلب کر سکتے ہیں۔ انشاءاللہ جب مکتبہ قائم ہو گا تو اس کے ماتحت ہندی لٹریچر کی اشاعت کا بھی انتظام کیا جائے گا۔

ہندی لٹریچر کے سلسلہ میں جو حضرات کام کر رہے ہیں یا کام کرنا چاہتے ہیں وہ جلد از جلد قیّم جماعت کو مطّلع کریں تا کہ اس حلقہ کو بلا کسی تاخیر کے منظم اور مستحکم کر دیا جائے۔

جن ارکان یا مقامی جماعتوں کے ذمہ مرکزی بیت المال یا مکتبہ کی کوئی رقم باقی ہو وہ جلد از جلد اس رقم کو جناب محمد یوسف صاحب صدّیقی۔ محلہ قافلہ۔ نزد مسجد غواں ٹونک راج کے پتہ پر ارسال کر دیں۔

اب چونکہ حیدر آباد (دکن) کا نظم جماعت انڈین یونین کے نظم جماعت سے الگ ہو گیا ہے اس لئے امیر جماعت نے برار کا علاقہ جو ابھی تک حیدر آباد کے حلقہ میں شامل تھا اور جس کے قیم جناب محمد یونس صاحب تھے، حیدر آباد کے حلقہ سے علیٰحدہ کر کے اُس حلقہ میں شامل کر دیا ہے

جس کے قیم جناب محمد یوسف صاحب صدیقی۔ محلہ قافلہ۔ نزد مسجد غول ٹونک راج ہیں۔ اب موصوف کے حلقہ میں راجپوتانہ۔ سی پی، برار اور وسط ہند شامل ہیں۔ علاقہ برار کی تمام جماعتیں، نیز منفرد ارکان اپنے متعلقہ امور میں اب جناب محمد یوسف صاحب ٹونکی کی طرف رجوع کریں۔

جماعت کا کام مختلف شعبوں میں پھیلا ہوا ہے۔ مرکزی بیت المال، مکتبہ، درسگاہ، تربیت گاہ، استفسارات، وغیرہ شعبوں کے لئے مختلف فائل ہیں لہٰذا مختلف شعبوں کے متعلق مرکز کو خط تحریر کرتے ہوئے ایک ہی خط میں سب کا تذکرہ نہ کیجئے بلکہ مختلف شعبوں کے امور کے متعلق الگ الگ کاغذ استعمال کیجئے۔

خاکسار محمد یوسف۔ قیم جماعت اسلامی
مدرسۃ الاصلاح۔ سرائے میر (اعظم گڈھ یوپی)
۲۵ رجب ۱۳۶۷ھ

ضمیمہ (۴)

قیّمین حلقہ کی رپورٹیں

مالابار ــــــ مولوی محمد علی صاحب

مالابار کے حلقہ میں مالابار، کوچین اور قاسم گوڑ شامل ہیں۔
گزشتہ سال تک یہ علاقہ مدراس کے صوبہ میں شامل تھا۔ لیکن اب مودودی صاحب نے اس کو علیحدہ کر دیا اور مجھ کو قیم بنایا۔ ملیالم دارالاشاعت کے لئے مودودی صاحب نے مجھ کو مامور کیا تھا۔ رسالہ "دینیات"، اور "سلامتی کا راستہ"، کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ نیز دعوتی کام بھی میں نے شروع کر دیا ہے۔ ایک ماہ کے اندر صرف ایک ایسے موزوں مقام کو تلاش کرتا ہوں جہاں تعلیم یافتہ لوگ اور نوجوان پائے جاتے ہوں، کچھ لوگوں کو جمع کر کے ۱۵ ــــ ۲۰ دن تک STUDY CIRCLE قائم کر کے ۲ گھنٹہ روزانہ صرف کرتا ہوں۔ بنیادی اور اصولی چیزوں کے متعلق دعوت دی جاتی ہے یعنی مکمل طور سے اسلام کو پیش کیا جاتا ہے، اس طرح تقریباً پچاس فیصدی لوگ ہمارے ہم خیال بن جاتے ہیں۔ وہاں کے مسلمان بہت زیادہ غریب ہیں، نوجوانوں میں پچاس فی صد کمیونسٹ ہیں مگر روزہ نماز کا بھی اہتمام کرتے ہیں

ان کے نزدیک سیاست و دین الگ الگ چیزیں ہیں، لیکن STUDY CLASSES کی وجہ سے وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام ہی صحیح مسلک ہے۔ ہمارے یہاں ۳ سال کے کام کے دوران میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ تقسیم سے پہلے ہماری کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ اب لوگ ہماری دعوت کو نجات کی راہ سمجھنے لگے ہیں۔ STUDY CLASSES میں ہندو بھی آتے ہیں اور وہ اسلام کی خوبیوں کے معترف ہیں۔ مسلم لیگی علماء بدگمان ہیں اور غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں لیکن عوام ان سے بدظن ہیں میں صرف تنہا رکن تھا لیکن چھ ماہ کے اندر نو ۹ رفیق بن گئے ہیں اور ۱۵ — ۲۰ اُمیدوار ہیں، دو سال سے جو تین، چار رفیق تھے، ان کو رُکن بنایا گیا ہے۔ ۲ — ۳ اراکین عالم دین ہیں "اسلام کا معاشی مسئلہ، اقتصادی نظام، اسلام کا اخلاقی نظام، دینِ حق، اسلام اور جاہلیت، خطبات اور اسلام کا سیاسی نظریہ، کا ترجمہ ہو چکا ہے لیکن STUDY CLASSES چلانے کے لئے دوسرے رفقاء تیار نہیں ہوتے۔ ۱۵ — ۲۰ دن رہ کر کام کرنے کا بڑا اچھا اثر ہوا ہے۔ اگر ہمارے خیالات وہاں پھیل جائیں تو بڑا کام ہو سکتا ہے لیکن سرمایہ کی کمی ہے۔ اگر خطبات، عوام تک پہنچ گئے تو بہت جلد کام بڑھ سکتا ہے۔ ہماری آواز ایک حد تک ۲ — ۳ ہزار لوگوں تک پہنچ چکی ہے۔

حلقہ بمبئی ــــــ جناب اخلاص صاحب

آٹھ ارکان ہیں، کام کی رفتار سُست ہے۔ کیوں کہ کام کرنے والا کوئی نہیں۔ شہر بمبئی میں کافی لٹریچر پھیل چکا ہے۔ انفرادی ملاقاتیں معمولی ہیں۔ متاثرین کا ایک حلقہ موجود ہے۔ اب ہم دو اجتماع ہر ماہ کرتے ہیں ایک احتساب ارکین کا اور دوسرا، دعوت عام کے سلسلہ میں۔ آئندہ ہم اپنی دعوت کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کے لئے ایک اُردو روزنامہ جاری کرنا چاہتے ہیں اور دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی کرانا چاہتے ہیں۔ گجراتی زبان میں سلامتی کا راستہ اور خطبات شائع ہو چکے ہیں۔ مرہٹی میں بھی ترجمہ ہو رہا ہے۔

ڈابھیل اور انڈھیل صوبہ بمبئی میں علماء کے مراکز ہیں۔ یہاں اب تک ہم نہیں پہنچ سکے ہیں، اگر کوئی عالم وہاں پر لگایا جائے تو کام ہوسکتا ہے۔

حلقہ کلکتہ ــــــ جناب قرۃ العین صاحب

تجارتی مرکز ہونے کی وجہ سے وہاں ارکین کی تعداد ہمیشہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، ۲ ماہ پیشتر پانچ ارکین تھے، اب ہم صرف دو رہ گئے ہیں۔ شاید میں بھی منتقل ہو جاؤں، پھر حافظ عبدالتواب صاحب اور چند ہمدرد رہ جائیں گے نیز کاروباری مصروفیتوں کی وجہ سے بہت

زیادہ کام نہیں ہو سکتا۔ تقسیم کے بعد سے ہم مشرقی بنگال کے لوگوں سے منقطع ہو گئے ہیں۔

ایک مسجد میں خطبات کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ہمارے ایک ہمدرد ہیں۔ انہوں نے اپنے سرمایہ سے رباط اسلامی کا ادارہ بچّوں اور بالغوں کے لئے قائم کیا ہے۔ اس کو تھوڑی بہت کامیابی ہوئی ہے، لیکن یہ رُباط اسلامی، بھی منتقل ہو جائے گی۔ ایک بُک اسٹال بھی قائم کیا گیا جس کی وجہ سے بہت سے ہندو اور مسلمان متعارف ہو گئے جن کی ایک فہرست بنا رکھی ہے، ان کو اب مدعو کرنے کا ارادہ ہے تاکہ دعوت ان کے سامنے پیش کی جائے۔ ہماری ناکامیابی کی وجہ بنگلہ زبان سے ناواقفیت ہے۔

حلقۂ بہار —— جناب حسنین سید صاحب

ابھی تک بہار میں دعوت پورے طور سے پیش نہیں کی گئی ہے۔ مگر آئندہ کے امکانات اچھّے ہیں۔ دربھنگہ اور پٹنہ میں تسلّی بخش کام ہوا ہے دیگر اضلاع میں بھی دعوت پہنچ چکی ہے سوائے ایک ضلع دُمکا کے۔ بہار میں تیرہ ۱۳ ارکان ہیں۔ ۳ دربھنگہ میں، پٹنہ میں آٹھ، ایک کمرڈبی (کمار دھوبی) میں اور ایک رانچی میں۔ رانچی، ڈالٹن گنج، پلامو میں بھی کچھ زیادہ کام ہو رہا ہے۔ بہار کے خواص کے حلقہ میں اجمالی طور پر دعوت پہنچا دی گئی۔ صوبہ کے ممتاز مسلمان، لیڈر اور علماء حضرات اس دعوت سے آشنا ہو چکے ہیں۔

عمومی شکل میں در بھنگہ میں کوشش جاری ہے۔ در بھنگہ میں کمتولی (کمتول) دیہات میں تعلیم بالغان کا اچھا کام ہو رہا ہے، تقریباً دس بارہ آدمی وہاں اسلام کی بنیادی باتیں سیکھ چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرتی اصلاح بھی کی گئی ہے۔ در بھنگہ میں ایک طرح سے طلبہ کی تنظیم قائم ہو چکی ہے، انہوں نے اسلامی زندگی بسر کرنے اور دعوت کی اشاعت میں تعاون کرنے کا عہد کیا ہے اور دعوت کی اشاعت کو اپنا نصب العین بنایا ہے۔ وہاں ۱۲ طلبہ کام کر رہے ہیں۔ پٹنہ میں بھی طلبہ اسی طرز پر غور کر رہے ہیں۔ بہار میں دعوت کی مقبولیت کے لئے میدان ہموار ہے۔ پٹنہ اور در بھنگہ میں بیت المال قائم ہیں۔ ان کی حالت اُمید افزا ہے۔

علی گڈھ ——— جناب جلیل صاحب

علی گڑھ میں آسام کے لوگ زیادہ ہیں، لوگ زیادہ تر اشتراکیت زدہ ہیں۔ ہمارے پاس دیگر زبانوں اور انگریزی میں کافی لٹریچر موجود نہیں ہے طلبہ سے ربط بڑھائے بغیر وہاں کوئی کام کرنا ممکن نہیں ہالنور علی صاحب سوز آج کل وہیں ہیں "مجلس اسلامیات" نامی ادارہ کی معرفت کام کر رہے ہیں پچھلے سال ہمارے پاس اچھا حلقہ تھا۔ اب زیادہ تر لوگ پاکستان چلے گئے ہیں، اب صرف دو کارکن ہیں، لیکن اگر ہمیں زیادہ کارکن مل سکیں تو کام انشاء اللہ بڑھ سکتا ہے۔ وہاں کا اسٹاف کسی طرح کا تعاون نہیں

کررہا ہے۔ دہریت کی طرف مائل ہے اوران کی تعلیم کا خراب اثر طلبہ کے ذہنوں پر پڑتا ہے۔سوال یہ ہے کہ آیا میں "مجلس اسلامیات" میں شامل رہتے ہوئے کام کروں یا اس سے علیٰحدہ ہو جاؤں۔

"مجلس اسلامیات" ایک سرکاری ادارہ ہے جس کے پریزیڈنٹ کو وائس چانسلر مقرر کرتا ہے۔

اس پر جلیل صاحب کو مشورہ دیا گیا کہ اگر ان کی پوزیشن اور مسلک کے خلاف کوئی بات نہ ہو تو وہ مجلس اسلامیات کی معرفت کام کرتے رہیں۔

حلقۂ کانپور ـــــ ماسٹر جعفر علی صاحب

اس حلقہ میں کانپور، اٹاوہ، مین پوری، فرخ آباد کے اضلاع شامل ہیں۔فسادات کی وجہ سے مین پوری اور فرخ آباد میں کام نہ ہوسکا۔ اٹاوہ میں عبدالعزیز صاحب تنہا رُکن ہیں لیکن وہاں اجتماع کا کوئی موقع نہیں ہے۔ جماعت صرف کانپور میں ہے۔فسادات وغیرہ کی وجہ سے کام زیادہ نہ ہو سکا۔کام کی رُکاوٹیں اصلاً ہماری اپنی خامیاں ہیں، اگر بدلے ہوئے حالات میں کام کا جذبہ پیدا ہو جائے اور کام کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے تو کام آگے بڑھ سکتا ہے۔کانپور میں نو ۹ ارکین ہیں۔

شاہجہاں پور ـــــ مولوی سید حامد علی صاحب

روہیل کھنڈ اور کمایوں میں نو ۹ اضلاع ہیں۔لیس ڈاؤن ضلع

گڑھوال، کمایوں میں صرف ایک ہمدرد ہیں۔ روہیل کھنڈ، پیلی بھیت اور مراد آباد میں کم کام ہوا ہے۔ حلقہ میں اب تیرہ اراکین ہیں۔ امیدوار تقریباً ۷ — ۸ ہیں۔ شاہ جہاں پور، رام پور، بریلی میں جماعتیں قائم ہیں بدایوں میں دو اراکین ہیں، کرت پور ضلع بجنور میں فی الحال دو اراکین ہیں شاہ جہاں پور میں تین اراکین، بریلی میں دو رکن، بدایوں میں ۲ رکن، رام پور میں ۳ رکن، کرت پور میں ۲ رکن اور عمری مراد آباد میں ایک رکن ہیں جمود کچھ نہ کچھ اراکین میں ہے۔ عموماً ۲ — ۲ اجتماعات ہوتے ہیں۔ بریلی میں دو مقامات پر مولانا جلیل احسن صاحب تفسیر بیان کرتے ہیں — رامپور میں کافی کام بڑھا ہے۔ الموڑہ نینی تال میں کچھ کام نہیں ہو رہا ہے۔ اپنے حلقہ میں زیادہ تر خط و کتابت سے کام ہو رہا ہے، خواتین میں کام ہو رہا ہے، ان کا ایک اجتماع بھی ہوا۔ بریلی میں وہابی سنّی تنازعہ درپیش ہے۔

رام پور ——— جناب عبدالحی صاحب

مختلف مقامات پر تفہیم القرآن کی معرفت تفسیر چار مقامات پر روزانہ ہوتی ہے۔ جمعہ کو اجتماع میں ۵۰ — ۶۰ آدمی ہوتے ہیں۔ تجارت پیشہ لوگوں میں علیحدہ کام ہو رہا ہے تاکہ وہ اسلامی اصول تجارت اور اسلامی اخلاقیات سے متعارف ہوسکیں۔ یہ لوگ اپنا الگ اجتماع کرتے ہیں۔ اتوار کو مشاورت کے لئے اجتماع کرتے ہیں۔ شاہجہانپور

سے ڈو ڈو رُفقا۔ آتے رہے ہیں تاکہ مزدوروں وغیرہ میں کام کریں، یہ سلسلہ ڈو ماہ سے قائم ہے۔ مزدوروں سے انفرادی ملاقاتیں کی جاتیں ہیں۔ مزدوروں کے کچھ صالح افراد مل گئے ہیں، ان کی ذہنی تربیت کی جارہی ہے۔ تقریباً ۱۵ مزدور شریک ہوتے ہیں۔ کوشش ہے کہ ہندو مزدور بھی اجتماع میں شرکت کریں، لیکن ابھی ایسا موقع نہ مل سکا۔ تعلیم یافتہ طبقہ اور دفتروں وغیرہ کے لوگوں کو ہفتہ میں ایک مرتبہ قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے، یہ کام ایک عالم کے ذریعہ کروایا جاتا ہے۔ یہ عالم ہمارے مقصد اور مدّعا کی توضیح کرتے ہیں۔ ۵۰ ـ ۶۰ کلرک آتے ہیں، ان میں ہندو بھی مدعو کئے جاتے ہیں۔ ابھی ۳ ـ ۴ ہفتہ سے یہ کام ہو رہا ہے۔ بنگالی طلبہ کو بھی کچھ لٹریچر پڑھایا گیا ہے۔ ان کے لئے علیحدہ اجتماع کی شکل عنقریب پیدا ہوگی۔ اس میں ۴-۵ طالب علم ہیں۔ سرحد کے طلبہ سے محض تعارف ہوا ہے۔ عورتوں کے سلسلہ میں ایک گشتی لائبریری قائم کر کے کتابوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ عورتوں کا ایک اجتماع ہوا ہے۔ ایک ہمدرد نے خاصی رقم سے ایک دارالمطالعہ قائم کیا ہے اور ایک ملازم کے ذریعہ سے کتابیں منگواتے اور پہنچاتے ہیں۔

ہمارا مکتبہ بھی ہے، تقریباً ۸۰۰ (آٹھ سو روپے) کا لٹریچر ۳ ماہ میں فروخت کر چکے ہیں۔ ایک اچھی لیڈر شپ کی وہاں ضرورت ہے تاکہ کام کو سمیٹا جاسکے۔

مولوی جلیل احسن صاحب

بریلی میں علماء کو ہم نے قصداً نہیں چھیڑا۔ صدر مدرس عبدالعزیز صاحب اجتماعات میں آئے تو ان کے خلاف محاذ بنایا گیا اور تقسیم اسناد کے جلسہ میں یہ بتایا گیا کہ مودودی صاحب کے پیرو عبدالوہاب کے پیرو ہیں۔ ایک مسجد میں خطبات پڑھے گئے لیکن وہاں کے لوگوں نے سُننے سے انکار کر دیا۔

حلقۂ اودھ ـــــ چودھری محمد شفیع صاحب

اودھ میں بارہ ۱۲ اضلاع ہیں۔ تقریباً ۷ اضلاع میں کام ہوتا تھا ۵ اضلاع میں صرف متاثرین اور ہمدرد ہیں۔ وہاں میں جا بھی نہ سکا اور اپنے حلقہ میں ہفتہ عشرہ گشت اور دورے کرتا رہتا ہوں۔ فیض آباد بارہ بنکی، لکھنؤ، اناؤ، گونڈہ میں ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے کام اچھا تھا۔ لکھنؤ میں ۱۰-۱۲ ارکان تھے، لیکن وہاں کے ارکان پاکستان چلے گئے یا دوسری جگہ تبادلے ہو گئے، اس وقت وہاں کوئی رکن نہیں ہے اتوار کے روز ادارہ کھولا جاتا ہے اور قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ ایک رکن جو سکریٹریٹ میں ہیں، وہ کچھ بولتے ہی نہیں۔ عبدالغفار صاحب ۲-۳ ماہ سے لکھنؤ نہیں ہیں۔ فیض آباد میں بھی جمود پیدا ہو گیا لیکن اب کام اچھے پیمانہ پر چل رہا ہے۔ متاثرین فیض آباد میں کئی ہزار ہوں گے۔ یہ مضافات

میں ہیں۔ اجتماع میں ۲۵ - ۳۰ آدمی ہو جاتے ہیں۔ دارالمطالعہ بھی قائم ہے اس میں کتابیں بھی ہیں اور "الانصاف"، "کوثر"، وغیرہ بھی آتے ہیں۔ گشتی اجتماعات بھی ہوتے ہیں۔ بیت المال کی حالت اچھی ہے، وہاں کے ارکین میں اتنی استعداد نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے مقصد کو واضح کر سکیں۔ رائے بریلی، موضع بھلیندی میں کام اچھا تھا لیکن اب عملاً کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ اقبال علی صاحب اچھے کارکن ہیں لیکن ہمدرد ہیں۔ سلطان پور میں کافی لوگ متاثر ہیں مگر میں ابھی وہاں نہیں پہنچ سکا۔

حلقہ ٹونک —— جناب محمد یوسف صدیقی صاحب

راج پوتانہ سنٹرل انڈیا ٹونک سے متعلق ہے اور جبل پور، ناگپور وغیرہ بھی۔ جھانسی، بھوپال، جبل پور، ٹونک میں جماعتیں ہیں۔ جے پور میں دو ارکین ہیں۔ ایک پُرجوش رکن اجمیر میں تھے۔ بھساول میں الطاف حسین صاحب رُکن تھے لیکن موصوف سے ہمیں کوئی جواب نہیں ملا۔

ٹونک، بھوپال اور جھانسی میں ارکین کی تعداد بالترتیب ۵ پانچ ساٹ اور ایک ہے۔

جے پور (شہر) میں ۱۵ اگست سے پہلے اچھا کام ہو نا تھا، اسی طرح جے پور کے علاقہ میں بھی اچھا کام ہوتا تھا۔ اجمیر میں بہت کوشش ہوئی لیکن سوائے ایک رُکن بنانے کے اور کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ ٹونک

کے علاوہ ہر جگہ انتشار تھا۔ ٹونک میں جو لوگ الور وغیرہ سے آئے ان کے سلسلہ میں جماعت نے بہت کام کیا اور ان کا الگ دیہات بھی قائم کر دیا، ان میں کام ہو رہا ہے، ٹونک میں ریاستوں کے CONSOLIDATION کے سلسلہ میں اب انتشار ہے لیکن ہم نے ان کے انتشار کو دُور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلہ میں جماعت متعارف ہو گئی ہے۔

جے پور میں انتشار کی وجہ سے کام رُک گیا ہے، اب راجہ کی اچھی کوششوں کی وجہ سے لوگ آ رہے ہیں اور اب ہمارا کام شروع ہو گیا ہے۔ جے پور کے مضافات میں اچھا خاصا کام ہو رہا ہے اور ۲ مواضعات میں سے رپورٹیں بھی آنے لگی ہیں اور ۵ - ۶ جگہ مضافات میں کام ہو رہا ہے۔

مادھو پور میں ایک صاحب رُکن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے ایک حلقہ ۱۵ - ۲۰ آدمیوں کا قائم کر لیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر کہتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی غیر معمولی بات پیدا ہو گئی ہے کیونکہ لوگوں کے داڑھیاں نکل آئی ہیں۔

بھوپال میں ۱۵ر اگست سے قبل کام اچھا نہ تھا، لیکن وہاں کافی لٹریچر پھیل چکا تھا ۱۵ر اگست کے بعد سے وہاں زیادہ گرمی پیدا ہو گئی ہے۔ جماعتی حالت قابلِ اطمینان نہیں ہے اور اس وقت قابلِ ذکر نہیں ہے ہمیں توقعات زیادہ ہیں۔

جبل پور میں ایک رُکن ہیں، میں وہاں دوری کی وجہ سے نہ جا سکا ہوں۔ خطوط کے ذریعہ سے کام ہوا ہے۔

ٹونک کے اندر ایک حلقۂ مستورات کا قائم ہو گیا ہے لیکن اب اس حالت میں نہیں ہے جس حالت میں پہلے تھا، لیکن اب پھر کافی حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ زنانہ اسکول میں بھی اثرات پہنچ گئے ہیں۔ بیت المال کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اجتماعات ۲ روز ہوا کرتے ہیں۔

اندور میں جماعت تھی لیکن منتشر ہو گئی۔ وہ جماعت مزدوروں کے طبقہ پر مشتمل تھی، (جوناگڑھ، کاٹھیاواڑ، بمبئی کے حلقہ میں ہے)۔

حلقۂ بنارس ــــ جناب محمد رضوان صاحب

ابھی رکنیت میں آئے ہوئے مجھے سال بھر نہیں ہوا، محمد امام الدین صاحب کے علیحدہ ہو جانے کی وجہ سے گیارہ ارکین ہوں گے۔ ۱۲-۱۴ ہمدرد ہیں۔ جمعہ کو ۳ مسجدوں میں خطبات کے خیالات پیش کئے جاتے ہیں۔ کتابوں کی عام کمی محسوس ہو رہی ہے۔

مولوی ابواللیث صاحب ــــ سرائے میر

مدرسہ کے تقریباً سب طلبہ ہمدرد ہیں، شہر میں بھی اچھا اثر ہے اساتذہ میں ابوبکر صاحب رکن ہیں اور صدر الدین صاحب اور اختر صاحب (مولانا اختر احسن صاحب) رکن ہیں۔ ۱۳-۱۴ اساتذہ میں سے

ارکین ۴ ہیں۔ ۲ طلبہ ارکین ہیں، کچھ طلبہ کی درخواستیں ہیں جن پر غور و خوض ہو رہا ہے۔ ابھی تک مدرسہ کی حدود کے اندر کام تھا، اب مضافات میں جمعہ کے دن خطبات وغیرہ پڑھے جاتے ہیں اور دوسرے کام بھی ہوتے ہیں۔

مسرّت آمیز بات یہ ہے کہ اعظم گڑھ میں ماسٹر عبدالحکیم صاحب ایم، اے، شبلی اسکول کے ٹیچر اب عملاً دل چسپی لے رہے ہیں اور ۲۵ - ۳۰ ہمدردوں کا ایک حلقہ بن گیا ہے اور موصوف اس حلقہ کے امیر ہو گئے ہیں۔ ابھی رکن نہیں ہیں لیکن رُکن کی طرح کام کر رہے ہیں اسکول اور کالج کے ٹیچر اس کام میں حصّہ لے رہے ہیں۔

ختم شُد